عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY | KHATM-E-NUBUWWAT | KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۶ | ۱۵ تا ۲۱ شوال ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۳ تا ۱۹ فروری ۱۹۹۸ء | شمارہ نمبر ۳۸

تاریخِ انسانیت کا عظیم انقلاب

اندھیروں سے روشنی میں

ایک نومسلم خاتون کے تاثرات

مدرسہ رحیمیہ سے مدرسہ دیوبند تک

حضرت مولانا
قاری سیّد
صدّیق احمد باندوی

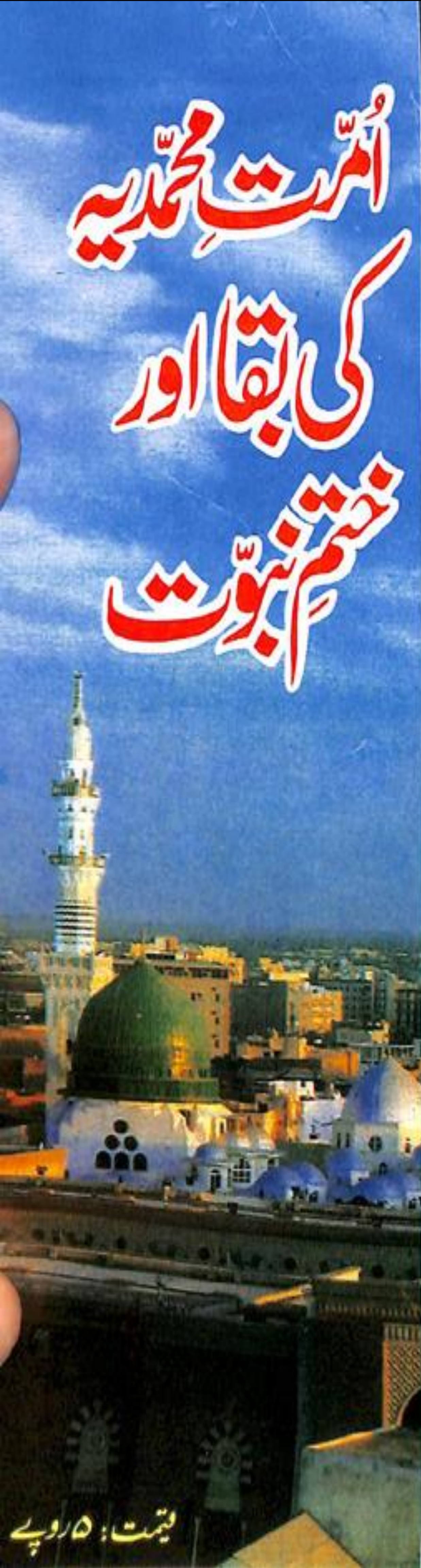

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ اطلاع دینے والے ہیں

س...... عزت و ذلت اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ساتھ ہی اپنے کلام پاک میں سورہ اعراف کے رکوع ۲۳، سورہ احزاب رکوع ۶ اور سورہ السبا رکوع ۳ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دینے والا قرار دیا۔ اس لفظ خوشخبری دینے والے کا کیا مفہوم سمجھا جائے، کیا اس میں علم غیب پنہاں ہے؟ جہاں اللہ تعالیٰ جزا و سزا کا خود ہی مالک ہے، اس میں رسالت مآب بھی شریک ہیں، جبکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر خوشخبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے نیک جزا کا وعدہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ منجانب اللہ جزا و سزا کی اطلاع دینے پر مامور ہیں۔

انسان جنتی اپنے اعمال سے بنتا ہے اتفاق اور چیزوں سے نہیں

س...... اگر کوئی رمضان کی چاند رات کو یا پہلے روزے کو انتقال کرے تو کیا وہ جنتی ہے؟ یا غسل کے بعد خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا قبر میں دفن کرنے تک مردے کے سرہانے رہے تو کیا وہ جنتی ہوا؟

ج...... نہیں! جنتی تو آدمی اپنے اعمال سے بنتا ہے کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ بعض چیزوں کو اچھی علامت کہہ سکتے ہیں۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے

س...... ایک شخص نے یہ کہا کہ کوئی ضروری نہیں کہ قرآن و حدیث کے پابند اشخاص بخشے جائیں گے بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی۔

ج...... یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی خالص کفر ہے، کیونکہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی، پس جو شخص خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔

غیر مسلموں کے اچھے اعمال کا بدلہ

س...... اگر کوئی غیر مسلم نیکی کا کوئی کام کرے **مثلاً** کہیں کنواں کھدوادے یا مخلوق خدا سے رحم و شفقت کا برتاؤ کرے جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا تو کیا غیر مسلم کو نیک کام کرنے پر اجر ملے گا؟

ج...... نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور ایمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے روح کے بغیر بدن، اس لئے اس کو آخرت میں اجرت نہیں ملے گا البتہ دنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔

س...... دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ غیر مسلم جو اچھے کام کرتے ہیں ان کو قیامت میں ان کا صلہ ملے گا اور وہ جنت میں جائیں گے، میں نے ان سے کہا کہ غیر مسلم چاہے اہل کتاب کیوں نہ ہوں ان کو نیک کاموں کا صلہ یہاں مل سکتا ہے قیامت میں نہیں ملے گا نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔

ج...... آپ کی بات صحیح ہے قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں بے شمار جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت اہل ایمان کے لئے ہے اور کفار کے لئے جنت حرام ہے اور یہ بھی بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ نہ اس پر قیامت کے دن کوئی اجر ملے گا۔

س...... ٹیلی ویژن کے پروگرام فہم القرآن میں علامہ طالب جوہری نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے بعد ان غیر مسلموں پر دوبارہ نبی مبعوث فرمائے گا جن تک اسلام نہیں پہنچا تاکہ وہ مسلمان ہوجائیں انہوں نے روایت کا ذکر کیا مگر تفصیل نہیں بتائی اس طرح تو **مثلاً** "حبشی قوم جن کی زندگی کا پورا حصہ جنگل میں گزرا اور غیر مسلم ہوکر مرے کیا قیامت کے بعد پھر سے غیر مسلم کے لئے اسلام کی تبلیغ شروع کی جائے گی؟ تو کون سے نبی ہوں گے جو یہ تبلیغ کا کام کریں گے؟

ج...... قیامت میں کسی نبی کے مبعوث کئے جانے کی روایت میرے علم میں نہیں، جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں صحیح اور راجح مسلک یہ ہے کہ اگر وہ توحید کے قائل تھے تو ان کی بخشش ہوجائے گی ورنہ نہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول: عبدالرحمٰن باوا

مدیر: مولانا اللہ وسایا

جلد ۱۶ شمارہ ۳۸ — ۱۵ تا ۲۱ شوال ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۳ تا ۱۹ فروری ۱۹۹۸ء — قیمت: ۵ روپے

مجلس ادارت

- مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا نذیر احمد تونسوی
- مولانا منظور احمد حسینی
- مولانا محمد جمیل خان
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن مینجر

- محمد انور

قانونی مشیر

- حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین

- ارشد دوست محمد، فیصل عرفان

اس شمارے میں

- اداریہ ۴
- امت محمدیہ کی بقا ختم نبوت پر ہے (مولانا ابوالحسن حسنی ندوی) ۶
- تاریخ انسانی کا عظیم انقلاب .... (محمد سعید علوی) ۸
- صیہونیت کے سو سال ...... ایک جائزہ (پروفیسر محمد یونس) ۱۱
- مدرسہ رحیمیہ سے مدرسہ دیوبند تک .... (عبدالحمید کشمیری) ۱۳
- اندھیروں سے روشنی تک .... (خولہ لکاتا) ۱۵
- قاری سید صدیق احمد باندویؒ .... (محمد صدیق فضل) ۲۱
- تبصرہ کتب ۲۴

رابطہ دفتر

جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) ایم اے جناح روڈ، کراچی
فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰

مرکزی دفتر

حضوری باغ روڈ ملتان فون ۵۱۴۱۲۲ - ۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171-737-8199

زر تعاون

سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے
سہ ماہی: ۷۵ روپے

اگر دائرے میں سرخ نشان ہے تو سالانہ زر تعاون ارسال فرما کر سالانہ خریداری کی تجدید کروالیجئے ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات ۷۰ امریکی ڈالر
بھارت، مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر

چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش، اکاؤنٹ نمبر ۹-۲۸۷ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

ناشر: عبدالرحمٰن باوا
طابع: سید شاہد حسن
مطبع: القادر پرنٹنگ پریس
مقام اشاعت: ۱۰۳۰ بزرٹہ لائن کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکی دفتر خارجہ کی سالانہ رپورٹ .... قادیانیت نوازی کا نیا مرقع

امریکی دفتر خارجہ نے انسانی حقوق کے حوالے سے جاری کردہ اپنی سالانہ رپورٹ میں حسب سابق اپنی قادیانیت نوازی اور عیسائیت نوازی کی روش برقرار رکھی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں مذہبی رہنما اقلیتوں خصوصاً" قادیانیوں اور مسیحیوں کے خلاف امتیازی سلوک کرتے ہیں' نیز حکومت نے قادیانیوں کے اجتماع اور نقل و حرکت کو محدود کردیا ہے اور رواں سال کے دوران تین قادیانیوں کے خلاف توہین رسالت کے قانون کے تحت کارروائی ہوئی جبکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد تاحال اس قانون کے تحت مقدمات کا سامنا کررہی ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت کی نافذ کردہ تبدیلیوں نے توہین رسالت کے الزامات کے اندراج کو مزید مشکل بنادیا ہے۔

حقوق انسانی کے خود ساختہ چیمپئن امریکہ کے محکمہ خارجہ کی جاری کردہ مذکورہ رپورٹ اسلام اور پاکستان دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ امریکہ ہر ملک میں اپنے مفادات کی نگرانی کرنے والے لوگوں کو نوازتا ہے اور پاکستان میں اس کام کے لئے اس نے قادیانی اور عیسائی لابی کا انتخاب کیا ہے۔ عیسائی لابی کا چناؤ تو سب کی سمجھ میں آتا تھا لیکن بعض لوگ قادیانی لابی کو اس کے گماشتوں میں شمار نہیں کرتے تھے۔ زیر تبصرہ رپورٹ کے بعد ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ قادیانی لابی بھی امریکی مفادات کی اسی طرح نگرانی کررہی ہے جس طرح عیسائی لابی نگرانی کررہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ پاکستان میں قادیانیوں کے خود ساختہ حقوق کی فرضی پامالی کا راگ ہر سال پوری تندہی اور پابندی کے ساتھ اپنی سالانہ رپورٹ برائے انسانی حقوق میں الاپتا رہتا ہے۔

جہاں تک پاکستان میں مذہبی رہنماؤں کے قادیانی اور عیسائی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کا تعلق ہے' اس سلسلے میں رپورٹ میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ امتیازی سلوک سے کیا مراد ہے؟ اگر امتیازی سلوک سے ان کی مراد یہ ہے کہ قادیانیوں اور عیسائیوں کو اقلیت جیسے حقوق دیئے جارہے ہیں اور انہیں غیر مسلم سمجھا جارہا ہے تو واقعی پاکستان میں ایسا امتیازی سلوک ہورہا ہے' البتہ ہم یہ ضرور پوچھنا چاہیں گے کہ کیا یہ اقلیتیں یہ چاہتی ہیں کہ انہیں مسلمان اکثریت سے زیادہ حقوق دیئے جائیں؟ قادیانیوں اور عیسائیوں کو پاکستان میں رہتے ہوئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی حیثیت ایک اقلیت سے زیادہ نہیں اور اقلیت ہمیشہ اکثریت کی پابند ہوتی ہے اور اس کے حقوق بہرحال اکثریت کے حقوق سے کم ہوتے ہیں اور حکومت پاکستان اپنی بساط بھر کوشش کے ذریعہ ان اقلیتی حقوق کو تاحال ادا کررہی ہے' اس کے برعکس یہ حقیقت قابل دید ہے کہ امریکہ اور یورپ میں مسلمان اقلیت کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ یورپ میں کس طرح مسلمانوں کو دہشت گردوں اور مذہبی جنونیوں کے روپ میں پیش کیا جارہا ہے؟ کس طرح انہیں نسلی تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے؟ امریکی ذرائع ابلاغ کس طرح اسلام کی تصویر کو دہشت گردوں' منشیات فروشوں اور انتہاپسندوں کا مذہب ہونے کی حیثیت سے پیش کررہے ہیں؟ کیا یہ ان ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے مذہبی اور انسانی حقوق کی پامالی نہیں؟ کیا یہ اس عالمگیر مذہب کی بے حرمتی نہیں؟ کیا امریکہ اور یورپ کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو تو انسانی حقوق کی پامالی کا طعنہ دے اور خود حقوق انسانی کی دھجیاں بکھیرتا رہے؟

جہاں تک قادیانی لابی پر ہونے والے مظالم اور ان کے انسانی حقوق کی پامالی کا تعلق ہے' ہمارے لئے یہ پروپیگنڈہ کوئی نئی بات نہیں۔ قادیانی

جماعت کا پورا مذہب جھوٹ اور فریب پر قائم ہے' دھوکہ بازی اور جعلسازی کا دوسرا نام قادیانیت ہے۔ اگر حقوق انسانی کے چیمپئن اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر یہ دیکھ لیتے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں تمام اخلاقی حدود کو پھلانگتے ہوئے ہر مذہب کے مقدس رہنماؤں کی کس طرح تذلیل و تحقیر کی ہے تو شاید وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی مدد سے باز آجاتے' لیکن کیا کیا جائے اسلام دشمنی میں وہ اتنا آگے بڑھ چکے ہیں کہ قادیانی اپنی تمام تر بدزبانیوں کے باوجود انھیں انسانی اخلاق کی معراج پر دکھائی دیتے ہیں اور انھیں ان بدزبانیوں سے روکنے والے بے چارے مسلمان انھیں قادیانیوں سے امتیازی سلوک کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

قادیانی جماعت کے خلاف درج تمام تر مقدمات آئین پاکستان کی پامالی' مسلمانوں کے مذہبی' آئینی اور انسانی حقوق کو پاؤں تلے روندنے اور شعائر اسلام کی تذلیل و تحقیر کے جرم میں ہیں۔ کسی فرد کے خلاف درج مقدمہ دنیا کے کسی قانون کے تحت اس کے خلاف امتیازی سلوک نہیں کہلاتا' ہاں! قادیانی لغت کے تحت ضرور کہلاتا ہے' جس کے تحت ان کی طرف مسلمانوں کو کنجریوں کی اولاد کہنے' ان کی عورتوں کو کتیا اور مردوں کو جنگل کے سور کہنے پر ان کے خلاف مقدمہ درج کروانا ان کے ساتھ امتیازی سلوک ہے' جبکہ پاکستان کے ساتھ غداری کرنا' سیاسی' لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا کر اس کے شعلوں میں پاکستان کو بھسم کرنے کے خواب دیکھنا' قادیانیوں کے نزدیک انسانی حقوق کی معراج ہے۔ مذکورہ امتیازی خصوصیات ہی قادیانی جماعت کی وہ خصوصیات ہیں جن کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز امریکہ' یورپ اور دیگر ممالک کو قادیانی جماعت کے ساتھ امتیازی سلوک اور ان کے انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزی دکھائی دیتی ہے۔

چلتے چلتے امریکی دفتر خارجہ توہین رسالت کے قانون میں حکومت کی طرف سے کی جانی والے تبدیلیوں کا بھانڈا بھی پھوڑ بیٹھا۔ توہین رسالت کا قانون امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے بعد وہ دوسرا قانون ہے جسے امریکہ ختم کروانے اور اس میں تبدیلیاں کروانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا ہے اور اب اس کی حالیہ رپورٹ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے توہین رسالت کے قانون کے استعمال کے طریقہ کار کے بارے میں جو افواہیں گشت کررہی تھیں وہ درست ہیں اور توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمات کے اندراج کو مزید مشکل بنادیا گیا ہے۔

ہمارے ملک میں انصاف کی صورتحال سب پر واضح ہے۔ عام مقدمات جن کے اندراج پر کوئی پابندی نہیں ان کے تحت عوام کو انصاف کے حصول کے لئے سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے تو جس قانون کے بارے میں خود امریکی محکمہ خارجہ یہ فرمائے کہ اس کے تحت مقدمات کے اندراج کو حکومت نے مزید مشکل بنادیا ہے' اس کے تحت مقدمہ درج کرانا یا انصاف کی توقع رکھنا عوام کے لئے ناممکن ہی ہوگا اور اس قانون کو ناقابل عمل بنانے کے اس طریقہ پر کامیابی سے عملدرآمد کرانے پر امریکہ اور اس کے حواری یقیناً" خوشی سے پھولے نہیں سمارہے ہوں گے۔

اس رپورٹ کے بارے میں حکومت کی طرف سے جاری کردہ وزیر اطلاعات کا بیان عوامی جذبات اور حکومت کی اسلام دوست پالیسی کی بھرپور عکاسی نہیں کرتا۔ حکومت کو چاہئے کہ کھل کر قادیانیوں کی پاکستان دشمن پالیسی کو آشکارا کرے خصوصاً" جبکہ یہ بات منظر عام پر آچکی ہے کہ قادیانی موجودہ حکومت کے خلاف پیدا کردہ سابقہ بحران کے اصل ذمہ دار تھے۔ حکومت کو امریکہ پر واضح کردینا چاہئے کہ قادیانی یا عیسائی سمیت کسی بھی غیر مسلم اقلیت کے خلاف پاکستان بھر میں کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جارہا بلکہ انہیں محض اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ پاکستان کے اندر اسلام' شعائر اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین و تذلیل سے باز رہیں اور یہ سب کچھ قانون کے دائرے کے اندر کیا گیا ہے۔

حکومت کو یہ بھی عوام کے سامنے واضح کرنا چاہئے کہ توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمات کے اندراج کے طریقہ کار کو کیوں مشکل بنایا گیا ہے؟ وزیر اطلاعات نے توہین رسالت کے قانون کے بارے میں امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹ کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا یہ سب کچھ امریکہ کی ملی بھگت سے کیا گیا ہے؟ موجودہ حکومت یہ بات یاد رکھے کہ اسے بھاری مینڈیٹ کے ذریعہ عوام نے محض اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے خواہاں ہیں اور حکومت کی بقا کا راز اس میں مضمر ہے کہ وہ توہین رسالت کے قانون اور اس کے نفاذ کے طریقہ کار اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس سمیت تمام اسلامی قوانین میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کرے بلکہ ان کو عملی طور پر نافذ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرے اور جس تبدیلی کا امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹ میں حوالہ دیا گیا ہے' اسے واپس لے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندوی

اُمّتِ محمدیہ کی بقا ختم نبوت پر ہے

مشاورتی اجتماع برائے امور دعوت منعقدہ ۱۲ر۱۳ نومبر ۱۹۹۷ء کے افتتاحی جلسہ سے حضرت مولانا سید ابوالحسین علی حسنی ندوی نے خطاب کرتے ہوئے ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا' آپ نے بلاد عربیہ سے آئے ہوئے مندوبین کا خیال کرتے ہوئے عربی زبان میں خطاب کیا اور سامعین کی مناسبت سے اس کا اردو میں خلاصہ بشکریہ "تعمیر حیات" لکھنؤ ہدیہ قارئین کررہے ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا نے فرمایا یہ جلسہ جس میں اتنے مختلف قسم کے موقر عناصر اور ایسی عظیم شخصیتیں اور مختلف عالم اسلامی کے نمائندے شریک ہوئے ہیں' یہ جلسہ بروقت بھی ہورہا ہے اور برموقع بھی ہورہا ہے۔ حقیقت میں دین کے لئے جو سب سے بڑا خطرہ ہوسکتا ہے وہ دعوائے نبوت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین' و تحریف الغالین** یہ معجزانہ الفاظ ایک نبی ہی کہہ سکتا ہے' اللہ تعالیٰ اس دین کو ہمیشہ بچائے۔ "انتحال المبطلین" اہل باطل کے دعوے سنئے کہ ہم نبی ہیں' ہم مہدی ہیں' ہم مبعوث ہیں اور تاویل الجاہلین اور جاہلوں کی تاویل سے اور "تحریف الغالین" غول پسندوں کی تحریف سے یہ الفاظ نبی کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا' نہ کوئی بڑے سے بڑا مورخ کہہ سکتا ہے نہ کوئی بڑے سے بڑا دین کا مبصر کہہ سکتا ہے' یہی پوری مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ تمام مذاہب کو ایسے فتنے پیش آئے اور ایسی آزمائشیں پیش آئی ہیں' یا تو "انتحال المبطلین" ہے کہ اہل باطل نے دعویٰ کیا کہ ہم نبی ہیں' ہم مبعوث ہیں' ہم خدا کی طرف سے مامور ہیں' یا پھر جاہلوں کی تاویل اور غلوپسندوں کی تحریف ہے۔

اس موقع پر مولانا نے علامہ اقبال کا ایک مقولہ سنایا جو حیرت ہوتی ہے کہ ان کی زبان سے کیسے نکلا؟ یہ تو بڑے سے بڑا' متکلم اسلام کی زبان سے نکلنے والی چیز تھی' امام ابوالحسن اشعری یا ابومنصور ماتریدی کہتے یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ یا حافظ ابن قیم کہتے تو کوئی تعجب نہ ہوتا' انہوں نے پوری بات کہہ دی کہ دین کی بقاء دین کا اپنی شکل پر قائم رہنا دین و شریعت کا باقی رہنا' کتاب و سنت کے ساتھ مربوط ہے مگر امت کی بقا کا دارومدار ختم نبوت پر ہے' ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تو امت باقی نہیں' دین تو باقی رہے گا' کتاب و سنت میں اب کوئی تحریف نہیں ہوسکتی' کتاب و سنت ازلی ہے اور دائم ہے دین کے لئے اسلام کے لئے' اب کوئی خطرہ باقی نہیں' دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ کتنا بڑا کتب خانہ ہے "کتب خانہ شبلی" اس کو دیکھ لیجئے اس میں ایک لاکھ بیس ہزار کتابیں ہیں' اور پھر ممالک عربیہ کا کیا کہنا' دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ کا کیا کہنا اور پھر استنبول کے اسلامی کتب خانہ کا کیا کہنا' تو جہاں تک دین کے اپنی اصلی شکل میں باقی رہنے کا سوال ہے اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے اس لئے کہ کتاب و سنت محفوظ ہے' کوئی تاویل نہیں' تحریف نہیں' کتاب اللہ میں آج تک نہ تحریف ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے' نہ اس کی کامیابی میں کوئی اندیشہ ہے' اور اسی طریقہ سے سنت کو دیکھ لیجئے' صحاح ستہ کو دیکھ لیجئے پھر حدیث کی کتابوں کو دیکھ لیجئے' ایک پورا شعبہ صرف حدیث کا ہوگا' لیکن جو خطرہ امت کے لئے بحیثیت امت کے ہے' امت کے صاحب پیغام امت کے اور نجات دہندہ رہنما کے' وہ ہے ختم نبوت' امت کی حیثیت سے باقی رہنا مربوط ہے' وابستہ بلکہ مشروط ہے عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ' اگر ختم نبوت کا عقیدہ موجود ہے' تو پھر یہ امت اپنی شکل میں موجود ہے' اپنی عالمیت کے ساتھ آفاقیت کے ساتھ اپنے دوام کے ساتھ' اور اپنے تحفظ کے ساتھ' اور اپنے پیغام کے ساتھ' لیکن خدانخواستہ ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تو پھر جگہ جگہ مدعین نبوت کھڑے ہوں گے' میں نے براہ راست انگریزی کتابیں پڑھی ہیں پادریوں نے لکھی ہیں مسیحیت کے بڑے فاضلوں نے اور مورخوں نے لکھیں کہ قرون وسطیٰ اور عہد رسالت سے پہلے کے مسیحی علماء پادری سر پکڑ کر رورہے ہیں کہ ہم کیا کریں' جگہ جگہ نبوت کے مدعی پیدا ہورہے ہیں یہاں ایک کھڑا ہوتا ہے کہتا ہے کہ ہم مسیح ہیں ایک وہاں کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم مسیح ہیں کس کس کا مقابلہ کریں؟

کہاں کہاں دوڑیں، کس طرح ہم اس عالم آشوب فتنہ کا مقابلہ کریں؟

امت کا باقی رہنا مشروط ہے ختم نبوت کے عقیدے سے ورنہ یہ اذان، اذان نہ رہے گی۔ میں یہ الفاظ بڑی معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں، نہ یہ پانچ وقت کی نمازیں رہنے کا اطمینان ہے نہ قرآن مجید کا اپنے اصلی حروف و نقط کے ساتھ باقی رہنے کا پورا اطمینان ہے، نہ دینی تعلیمات کے باقی رہنے کا اطمینان ہے، پھر امت پچاس امتوں میں سینکڑوں امتوں میں بٹ سکتی ہے، اس کا جو تحفظ ہے عقیدہ ختم نبوت سے ہے۔

اس اجتماع میں ایسی موقر شخصیتیں ایسے مختلف العناصر اور مختلف القومیات، مختلف اللغات، مختلف الجہات علماء اور رہنما شریک ہیں، یہ بالکل بروقت ہو رہا ہے اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ یہ فتنہ سر نہ اٹھانے پائے اور اگر سر اٹھائے تو اسلام کی ابدیت کے سامنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے سامنے سر اٹھائے ان کا سر جھکا دیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ بالکل برموقع ہو رہا ہے۔

اب مجھے چند لفظ کہہ لینے دیجئے کہ یہ برمحل اپنی صحیح جگہ پر ہو رہا ہے کہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مجھے قادیانیت کے مطالعہ کا تفصیل سے موقع ملا۔ اور عربی میں "القادیانی والقادیانیہ" کے نام سے مستقل کتاب لکھنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ مختلف عربی ممالک میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اردو میں بھی آ گئی ہے اور انگریزی میں بھی آ گئی ہے، میں نے اس کتاب کے سلسلے میں مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے سب سے زیادہ صراحت کے ساتھ اپنی نبوت کا دعویٰ جس کتاب میں کیا ہے، وہ اس عربی رسالہ میں کیا ہے (معلوم نہیں کہ انہوں نے خود اس کو لکھا ہے یا کسی سے لکھوایا ہے) اس میں عربی غلطیاں بھی ہیں، اور کمزوریاں بھی، ہم نے اس کو پڑھا ہے۔ اس میں انہوں نے اتنی صفائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ میں خدا کا نبی ہوں، میں صاحب رسالت ہوں، میں صاحب نبوت ہوں اس کا نام "تحفتہ الندوۃ" رکھا اس لئے کہ ندوہ کا اجلاس امرتسر میں ہو رہا تھا، بڑے بڑے چوٹی کے علماء وہاں موجود تھے تو انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور رسالہ لکھا کہ ندوہ کے علماء اور قائدین کے سامنے پیش کیا جائے تو انہوں نے اس کا نام "تحفتہ الندوۃ" رکھا تو ہم آج ایک نیا "تحفتہ الندوۃ" پیش کر رہے ہیں ہم اس جلسہ کے ذریعہ سے اس جلسہ کی شکل و صورت میں ایک مخلصانہ "تحفتہ الندوۃ" پیش کر رہے ہیں اور یہ جلسہ اس حیثیت سے بھی یہاں مناسب ہے کہ ندوہ ایک عالمی اور ایک نمائندہ مرکز ہے، علوم اسلامیہ کا عربی زبان کا، فکر اسلامی کا اور خود ہمارا شہر بھی بڑا ایک علمی ادبی مرکز رہا ہے پھر ہندوستان علمی اور سیاسی طور پر بڑا مرکز ہے۔

اس طرح سے یہ برموقع بھی ہو رہا ہے وقت کی ایک ضرورت بھی ہے میں نے جب "القادیانی والقادیانیہ" لکھی تو اس وقت میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت مرزا صاحب موجود نہیں تھے، ان کا انتقال ہو چکا تھا، ان کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود موجود تھے، ان کو میں نے یہ کتاب لاہور سے بھیجی اور اس پر لکھا کہ "تحفتہ الندوۃ" کے جواب میں، تاخیر کی معذرت کے ساتھ کہ وہ بہت پہلے کی بات ہے اتنے دنوں کے بعد میں جواب دے رہا ہوں۔ الحمدللہ وہ کتاب بہت مقبول ہوئی، بہرحال میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں، اپنے سامعین کرام کو کہ آج آپ نے ایک وقت میں ایک جگہ پر اتنی مبارک شکلیں دیکھیں، عالم اسلام کے اتنے نمائندے دیکھے اور میں صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ حرم کا تحفہ بھی یہاں آ گیا ہے، آپ کے شہر میں خود حرم کا تحفہ آ گیا کہ وہاں کے شیخ الحرم وہاں کے سب سے بڑے امام شیخ محمد بن عبداللہ السبیل، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، وہ اس وقت تشریف رکھتے ہیں، اور حقیقت میں وہی صدر ہیں میں نے عرض کر دیا تھا کہ ان کی موجودگی میں کسی کو صدارت کا استحقاق نہیں لیکن اس کا اعلان ہو گیا بہرحال وہ معنوی طور پر اور فکری طور پر اور احترام کے لحاظ سے وہی صدر ہیں۔

اسی طرح مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے امام شیخ محمد الصیام بھی تشریف رکھتے ہیں۔ یہ بھی اس اجلاس کی ایک خصوصیت ہے کہ بیت اللہ الحرام اور مسجد اقصیٰ کے امام دونوں ایک جگہ جمع ہیں۔ وللہ الحمد

○

نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کو کب صحابہ سا کسی پر مہرباں دیکھا
زہے وہ آنکھ جس نے مصطفیٰ کا گلستاں دیکھا
بھلا کر آپؐ کی تعلیم، ایثار و اخوت کی
یہاں کیا کیا ہم نے منظر خونچکاں دیکھا
عجب عالم میں تھا میں گنبد خضراء کے سائے میں
انہی کے نور کا پیکر نظر آیا جہاں دیکھا
سجائی ہے عجب محفل مرے احباب دیکھو
نبیؐ کے ذکر میں خورد و کلاں رطب اللساں دیکھا
مبارک ہم نے طیبہ میں مناظر دلنشیں دیکھے
بہار جاوداں دیکھی، ہجوم عاشقاں دیکھا

ڈاکٹر مبارک بقاپوری، کراچی

محمد سعید علوی

تاریخ انسانی کا عظیم انقلاب

قبل از اسلام کا انسان شعور ذات کے حوالے سے اپنی ذات میں مقید تھا۔ میری نسل' میری قوم' میرا رنگ' میرا قبیلہ' میرا بت' میری بادشاہت' میرا کنواں' میرے غلام' میرا خون' میرا سود اور میرا گھوڑا یہ زندگی کے زاویے تھے جس کے اندر انسان گھومتا تھا گویا کہ انسان اپنی ذات کے اندر بند تھا۔

تیری رہبری سے پہلے یہ جہاں جہاں نہیں تھا تاریخ کی آنکھ نے یہ ماجرا دیکھا کہ دنیا میں ایسا پاکیزہ انقلاب رونما ہوا کہ ایسا انسان جو اپنی ذات کی قید میں بند تھا۔ دوسروں کی خاطر موت قبول کرنے لگا' جنگ تبوک میں انسانی تاریخ کا ایسا واقعہ رقم ہوا کہ ماہر عمرانیات آج تک محو حیرت ہیں کہ پانی کی طلب کے باوجود جبکہ جان کنی کی حالت تھی لیکن دوسرے انسان کی طلب اور احترام میں اپنی جان دے دی ایسا میرے آقا حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کی وجہ سے ہوا' اس تعلیم کا ایک عکس پیش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ذات کی تعمیر کی کہ انقلاب عظیم برپا ہوا اور انسان اپنی ذات سے رہا ہوا۔

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (بخاری)

○ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے' وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (مسلم)

○ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہے۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگو! آپس میں حسد نہ کرو' بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو۔" (مسلم)

○ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ (مسلم)

○ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کو ضرور سزا دوں گا ایک وہ جو میرے نام کا واسطہ دے کر کسی سے معاہدہ کرے اور پھر بد عہدی کرے' دوسرے وہ جو کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر کے اس کی قیمت لے' تیسرے اس کو جو کسی کو مزدوری پر لگائے پھر کام تو پورا لے مگر مزدوری نہ دے (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص زیادہ مستحق ہے کہ میں اس کی خدمت کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں' (تین بار یہ جملہ فرمایا) اس نے کہا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا بد قسمت ہے وہ شخص یہ لفظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرائے کہ جس کی موجودگی میں اس کے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں اور پھر ان کی خدمت نہ کرے۔ (مسلم)

○ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو تو وہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم نہیں مومن ہوتا' اللہ کی قسم نہیں مومن ہوتا' عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون شخص مومن نہیں ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کہ اس کے ہمسائے اس کی شرارتوں سے بیزار ہوں۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمان عورتو! ایک ہمسائی دوسری ہمسائی سے چھوٹی سے چھوٹی نیکی سے بھی دریغ نہ کرے "مثلاً" پائے پکا کر ہی بھیج دے۔ (بخاری)

○ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایمان میں سب سے زیادہ وہ شخص کامل ہوتا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں بہتروہ شخص ہے جو بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہو۔" (بخاری)

○ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جو رقم بھی اللہ کی رضامندی کے لئے خرچ کرے اس کا ثواب تجھ کو ملے گا حتیٰ کہ جو لقمہ بیوی کے منہ میں ڈالے اس کا ثواب بھی تجھ کو دیا جائے گا۔ (امام احمد رحمتہ اللہ علیہ)

○ حضرت بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا اس شخص سے کیا تعلق ہے جو ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہم میں سے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔ (ترمذی)

○ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق رکھے۔ (بخاری و مسلم)

○ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ (بخاری)

○ شرک کے بعد سب سے بڑا جرم والدین سے سرکشی ہے۔ (ابن ماجہ)

○ سادہ زندگی گزارنا ایمان میں سے ہے۔ (مشکوٰۃ)

○ متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

○ کامل ایمان ان کا ہے جن کے اخلاق پسندیدہ ہیں۔ (بخاری)

○ امانتدار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں میں ہوگا۔ (بخاری)

○ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ (طبرانی)

○ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔ (ابن ماجہ)

○ ایک دوسرے کو برے نام سے نہ پکارو۔ (مسلم)

○ ایک دوسرے کو آپس میں تحفے دیا کرو ہاتھ ملانے میں پہل کرو۔ (بیہقی)

○ جو کسی کے عیب چھپائے گا اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب چھپائے گا۔ (بخاری)

○ تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرتے ہیں۔ (بخاری)

○ جھوٹ بولنا دوزخ میں لے جاتا ہے۔ (مسلم)

○ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اور تمہیں اس میں مبتلا کردے۔ (ترمذی)

○ اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ)

○ سب سے پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو لین دین میں جھوٹ نہیں بولتے۔ (ابن ماجہ)

○ جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اجر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

○ جس نے ایک سال تک اپنے بھائی سے ملنا چھوڑے رکھا گویا اس نے اس کا خون کردیا۔ (ابوداؤد)

○ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ (مسلم)

○ آپس میں بہت سلام کیا کرو۔ (مسلم)

○ جب کوئی شخص کسی سے محبت کرے تو اس کو بتادے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ (ترمذی)

○ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو اس دنیا میں کوئی حق نہیں سوائے ان باتوں کے یعنی ایک گھر ہو جس میں رہے اور کپڑا جس سے بدن ڈھانپے اور معمولی سے غذا اور پانی۔ (ترمذی)

○ وہ بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا انسان کے دین کو مال کی حرص اور برائی کے خیال نقصان پہنچاتے ہیں۔ (ترمذی)

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے یعنی "اے اللہ محمد کے خاندان کو اتنا رزق دے جس سے انکا گزارہ چل سکے۔" (بخاری)

○ سادگی سے زندگی بسر کرنا بھی ایمانداری ہے۔ (ابوداؤد)

○ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شام کرے اپنے گھر میں امن سے اور بدن کے لحاظ سے تندرست ہو اس کے پاس اس روز کا کھانا موجود ہو تو وہ ایسا سمجھے کہ گویا ساری دنیا کی نعمتیں اس کے پاس ہیں۔ (ترمذی)

○ باپ کی انتہا فرمانبرداری میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔ (بخاری)

○ جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے کہتا ہے وہ گویا لوگوں سے آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔ (مسلم)

○ حرص سے بچو کہ تم سے پہلی قوموں کو حرص نے تباہ کردیا ہے۔ (مسلم)

☆ کوئی چیز بھی ضرورت سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھو (بخاری)

☆ کوئی عورت اپنے خاوند کے سامنے دوسری عورت کے حسن و جمال کا نقشہ نہ کھینچے۔ (بخاری)

☆ تم لوگ خاکساری اختیار کرو' ایک دوسرے سے فخر سے پیش نہ آؤ اور آپس میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرو (مسلم)

☆ جو لوگوں کے قصور معاف کرے گا ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ عزت بڑھادے گا۔ (مسلم)

☆ لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہشت میں جانے کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرنا اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ (بخاری)

☆ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو دوستوں کے حق میں بہتر ہو۔ (ترمذی)

☆ بڑے گناہوں میں یہ گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ (بخاری)

☆ فضول گفتگو کرنا منع ہے۔ (بخاری)

☆ کوئی ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنے دیوار پر اس کے مکان کا شہتیر رکھنے سے نہ روکے۔ (بخاری)

☆ سب کوئی ہمسایہ دوسرے کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے اور اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری)

☆ دو ہمسائے ہیں پس ان میں سے کسی کو تحفہ دو (اگر تحفہ ایک دینے کے قابل ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ نزدیک ہو۔ (بخاری)

☆ نرمی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ انعام فرماتا ہے (ریاض الصالحین)

☆ لوگو! نرمی اختیار کرو' سختی نہ کرو' لوگوں کو خوشخبری دو۔ (مسلم)

○ جو شخص نرمی اختیار کرنے سے محروم کیا گیا وہ دراصل تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا۔ (مسلم)

○ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کر اس نے کہا اور کوئی نصیحت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کر' پھر پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ (بخاری)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں پیٹا نہ بیوی کو نہ نوکر چاکروں کو۔ (مسلم)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انصاف کرتے تھے قریشی عورت کی چوری کے سلسلہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کے موقعہ پر فرمایا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (بخاری)

☆ اگر کوئی بکری کا ایک پایہ پکا کر میری دعوت کرے تو بھی میں قبول کروں گا اور کوئی شخص ایک پایہ پکا کر تحفہ لائے تو بھی میں خوشی سے لے لوں گا۔ (بخاری)

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے اور اسے چاہئے اچھی باتیں کہیں ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکٹھے ملکر اللہ کا نام لیکر کھانا کھایا کرو کھانے میں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)

☆ دو آدمیوں کا کھانا تین کو تین کا چار کو کافی ہوتا ہے۔ (بخاری)

☆ جب کوئی شخص کسی مجلس سے اٹھ کر جائے تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم)

☆ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف لاتے تو مجلس کے سرے پر بیٹھ جاتے۔ (مسلم)

☆ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی مجلس وہ ہے جس میں لوگ کھل کر بیٹھیں۔ (ابوداؤد)

☆ کسی کے گھر داخل ہونے سے قبل تین دفعہ اجازت مانگنی چاہئے تیسری دفعہ کوئی نہ بولے تو آدمی کو چاہئے کہ واپس ہوجائے۔ (بخاری)

☆ اجازت مانگنے سے قبل السلام علیکم کہنا چاہئے۔ (ابوداؤد)

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بیمار پرسی کو جاتے تو اس کو یوں فرماتے کوئی فکر کی بات نہیں خدا چاہے گا تو ٹھیک ہوجائے گا۔ (بخاری)

☆ بے زبان جانوروں کے مارنے کا اللہ سے خوف کرو (ابوداؤد)

☆ جانور کے بارے میں کہ جسے اللہ نے تیرے قبضہ میں دیا ہے خدا کا خوف نہیں آتا۔ (ابوداؤد)

☆ جس کو حق لینا ہو اس کو کہنے سننے کا حق ہے (بخاری)

☆ ہر مسلمان کا خون' عزت اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

☆ سب سے برا آدمی وہ ہے جو دورخی بات کرے۔

☆ عیبوں کی جستجو سے لوگوں کی اصلاح کی بجائے خرابی پیدا ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

☆ اللہ جس شخص کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ (بخاری)

☆ علم حاصل کرو اور جس سے علم سیکھو اس کی تعظیم و تکریم کرو۔ (طبرانی)

☆ علم مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے جہاں کہیں سے ملے اسے قبول کرلے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا۔ (ترمذی)

باقی ص ۲۶ پر

پروفیسر محمد یونس نگرامی

صیہونیت کے سو سال (ایک جائزہ)

۲۹ ر اگست ۹۷ء کو صیہونیت اپنے سو سال پورے کر چکی۔ ۲۹ ر اگست ۱۸۹۷ء کو اس تحریک کی پہلی کانفرنس سوئزرلینڈ میں بلائی گئی تھی اور اسی کانفرنس میں ایک یہودی سلطنت کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور نیل سے فرات تک اس کی سرحدیں بتلائی گئیں تھیں۔ ۲۹ ر اگست ۱۸۹۷ء سے لیکر ۲۹ اگست ۱۹۹۷ء تک مدت جو پوری ایک صدی پر محیط ہے صیہونی تحریک نے اپنی تنظیمی صلاحیت' دولت کی فروانی' اور صحافت کی مدد سے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور پچاس سال سے بھی مختصر عرصہ میں اسرائیل کی حکومت قائم ہو گئی' جس میں عربوں کے ساتھ چار خونریز جنگیں بھی شامل ہیں جو ۱۹۴۸ء ۱۹۵۶ء' ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء میں لڑی گئیں۔ پردے کے پیچھے جو کچھ ہوتا رہا وہ ایک الگ کہانی ہے' ہاں اتنا ضرور دنیا کو معلوم ہوا کہ امن معاہدوں کی صورت میں بعض عرب حکومتوں نے اپنے کو مجبور پایا کہ وہ اسرائیل کے ساتھ معاہدوں پر دستخط کر کے صیہونیت کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر مان لیں' اب صیہونیت کا نیا نعرہ یہ ہے کہ بغیر قدس کے اسرائیل نہیں اور بغیر ہیکل کے قدس نہیں' اس لئے مسجد اقصیٰ کی جگہ پر ہیکل کی تعمیر ضروری ہے' اب دیکھنا یہ ہے کہ صیہونی قوت اپنے ذرائع و وسائل اور عالمی طاقتوں یا طاقت کی مدد اور عربوں کی مخالفت کے بعد اپنے اس خواب کو حقیقت کی شکل دینے میں کتنا وقت لے گی۔

۲۹ ر اگست ۱۸۹۷ء کو صیہونیت کی پہلی کانفرنس نے اپنے حسب ذیل اغراض و مقاصد طے کر لئے تھے:

○ فلسطین میں آزاد یہودی کسانوں اور صنعت و حرفت سے متعلق یہودیوں کے ذریعہ انگریزی سامراج کی نصرت و حمایت۔

○ یہودی قوم پرستی کو بڑھاوا دینا۔

○ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں کے درمیان تعلقات و روابط قائم کرنا' کانفرنس کے اختتام پر ڈاکٹر تیوڈور ہرتزل نے کہا تھا کہ حقیقتاً" آج صیہونی حکومت کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

۱۸۹۷ء کی پہلی کانفرنس کے بعد اگست ۱۸۹۸ء میں دوسری کانفرنس بلائی گئی' ۱۸۹۹ء میں تیسری کانفرنس منعقد ہوئی' چوتھی کانفرنس ۱۹۰۰ء میں ہوئی پانچویں کانفرنس پھر سوئزرلینڈ میں ہی ۱۹۰۱ء میں بلائی گئی' اور اس کانفرنس میں ایک عالمی یہودی فنڈ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا' اس کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں میں صیہونی کانفرنسیں بھی ہوتی رہیں ۱۹۶۸ء میں اس کی ستائیسویں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حسب ذیل اہم فیصلے کئے گئے:

(۱) یہودی قوم کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کئے جائیں۔

(۲) اسرائیل ہر یہودی کی زندگی میں ایک بنیادی حیثیت کے ساتھ ہر دم باقی رہے۔

(۳) دنیا بھر کے یہود اپنی تاریخی سرزمین پر واپس آ جائیں۔

(۴) اور دنیا بھر کے یہود اسرائیلی حکومت کو مضبوط کرنے میں کوئی دریغ نہ کریں۔

(۵) دنیا کے دوسرے ملکوں میں آباد یہودیوں کے حقوق کی نہ صرف حفاظت کی جائے بلکہ ان کا دفاع بھی۔ اگست ۱۹۹۲ء میں صیہونیت کی ۳۲ ویں کانفرنس قدس میں بلائی گئی جس میں ۷۰۰ مندوبین نے شرکت کی' جس میں ۳۸ فیصد یہود فلسطین یا اسرائیل کے تھے ۲۹ فیصد امریکہ سے آئے تھے اور ۳۳ فیصدی دنیا کے دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔ اس کانفرنس میں امریکہ سے آنے والے یہودیوں کی تعداد ہی بتلا رہی ہے کہ امریکہ کو صیہونی تحریک اور اسرائیل کے بقاء و استحکام کا کتنا خیال ہے۔

اسرائیل کی سب ہی سیاسی پارٹیاں فکری طور پر صیہونی تحریک سے منسلک ہیں جس کی بنیاد یہودیوں کی نسلی برتری اور ان کی افضلیت ہے اس کا اندازہ صیہونیت کے علمبرداروں کے بعض بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔ صیہونیت کے ایک نظریہ ساز لیڈر جابونسکی نے کہا تھا کہ ہم عربوں کو فلسطین سے نکال باہر کریں گے اور ان کو صحراء میں پھینک دیں گے تاکہ ہم فلسطین میں ایک صیہونی حکومت قائم کر سکیں' اسرائیل کی سابق وزیر اعظم گولڈا مائر نے ۱۹۲۹ء میں کہا تھا' فلسطینی نام کی کوئی قوم موجود نہیں ہے' ہم فلسطین سے ان کو نکال دیں گے' ایک تیسرے لیڈر یوسف وائیز کے بیان کے مطابق فلسطین میں دو قوموں کیلئے جگہ نہیں ہے اور فلسطینی عربوں کو عرب ملکوں میں دھکیل دینے کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔ اسرائیل ہی کے ایک دوسرے صیہونی وزیر اعظم مناحیم بیگن کا کہنا تھا جب ہم شام کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو شام و لبنان کے سرسبز میدان نظر آتے ہیں اور مشرق میں دجلہ و فرات کا مچلتا ہوا پانی اور عراق کا ابلتا ہوا پیٹرول دامن کو کھینچتا ہے اور مغرب میں مصریوں کی سرزمین اپنی طرف بلاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم عربوں کو اپنا مطیع

باقی صفحہ ۲۶ پر

عبدالحمید کشمیری

مدرسہ رحیمیہ سے مدرسہ دیوبند تک

ہندوستان کی تاریخ میں مدرسہ رحیمیہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مدرسہ رحیمیہ مسلمانوں کا وہ قومی مرکز تھا' جسے حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے والد محترم نے مجدد الف ثانی حضرت مولانا شیخ سرہندیؒ کے مذہبی فکر کے تحفظ کے لئے پرانی دہلی کے محلہ شاہجہان آباد میں قائم کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مغلیہ سلطنت اپنے عروج سے زوال کی طرف عازم سفر ہو چکی تھی۔

جس سال اورنگزیب عالمگیر کے تخت پر سلطان محمد شاہ متمکن ہوا' اسی سال دہلی کے ممتاز صوفی اور عالم مولانا عبدالرحیم بن وجیہہ الدین العمری (متوفی ۱۱۳۱ھ) کے مدرسہ رحیمیہ میں حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی باپ کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ ۱۷۱۹ء (بمطابق ۱۱۳۱ھ) کا واقعہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو دس سلاطین دہلی کے دور حکومت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں عالمگیر اعظم' بہادر شاہ اول' احمد شاہ اور شاہ ثانی کا دور حکومت بھی آتا ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو کن کن لرزہ خیز واقعات و حوادث سے گزرنا پڑا۔ سادات کا تسلط اور زوال' مرہٹوں اور سکھوں کی بغاوتیں' نادر شاہ کے حملوں سے دہلی کا قتل عام' احمد شاہ ابدالی کے معرکہ پانی پت میں حق کا باطل پر غلبہ' ہندوستان میں روہیلوں کی شرکت و مصالحت ایرانی و تورانی امراء کی رقیبانہ چپقلش' ہندوستان میں یورپین اقوام کی للچائی ہوئی نگاہیں پھر انگریزوں کا بنگال و بہار میں عمل دخل اور اس قسم کے دوسرے حالات اور انقلابات شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

شاہ صاحب نے خوب سمجھ لیا تھا کہ شہنشاہیت کا دور اب ختم ہو چکا ہے' اب اگر کوئی حکومت بنے گی تو اس کی اساس کوئی اور ہی ہوگی چنانچہ شاہ ولی اللہ نے ایک ہمہ گیر تحریک کی بنیاد ڈالی۔ جس کا ہدف پورے ہندوستان کی اصلاح تھی۔ شاہ صاحب کی سیاسی تحریک کے چار بنیادی اصول تھے۔ خدا پرستی' عدل و انصاف' صحت و صفائی اور تربیت نفس۔ جب ۱۷۱۹ء میں اپنے باپ کی وفات پر حکیم الہندؒ مسند تدریس پر متمکن ہوئے تو اس زمانے میں عام مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی اور عام پڑھے لکھے لوگوں کی زبان فارسی تھی۔ لہٰذا شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے قرآن مجید کا عام مسلمانوں کی زبان میں ترجمہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس طرح ہندوستان میں شوری کے بعد سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ حکیم الہندؒ کے ہاتھ سے سرانجام پایا۔ برسوں کے مطالعہ و مشاہدہ اور غور و فکر کے بعد شاہ ولی اللہ کی ذات انقلابی قوت کو اپنے اندر جگہ دیتی ہے۔ اور جو کچھ ان کو مستقبل میں پیش آنے والا ہوتا ہے وہ اسے خواب میں دیکھتے ہیں۔ ۱۷۳۰ء میں مکہ معظمہ میں حکیم الہند نے ایک خواب دیکھا جس میں ان پر ظاہر کیا گیا کہ حکیم الہند اسلامی ہندوستان میں ایک اجتماعی انقلاب کے شروع کرنے والے ہوں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کی مرکزیت مختلف تحریکوں کی وجہ سے فنا ہو رہی تھی۔ اور کم و بیش چھ سو برس کی مسلمان بادشاہوں کی جدوجہد کا جو حاصل تھا وہ افراتفری میں ختم ہو رہا تھا۔ تنزل کے اس سیلاب کو روکنے کے لئے ایک نیا دستور پیش کرتے ہوئے حکیم الہندؒ نے ہندوستان کی سیاست میں قدم رکھا اور بہت سارے سیاسی بھیانک خطرات کے پیش نظر ہندوستان کی اسلامی وحدت کی خاطر تیس سال تک کوشش کرتے رہے۔ تیس سال بعد یعنی ۱۷۶۰ء میں حکیم الہند کے اشارے پر (جو کہ آپ کے خاص عقیدت مند نواب نجیب الدولہ اور اس کے رفقاء کے ذریعے تھا) احمد شاہ ابدالی کے معرکہ پانی پت میں حق کا باطل پر غلبہ ہوا۔ یوں دہلی کے سیاسی افق کو مرہٹوں کے بڑھتے ہوئے خطرات سے محفوظ کرتے ہوئے حکیم الہند نے اپنے پروگرام کا ایک حصہ مکمل کرلیا۔ اور اس واقعہ (معرکہ پانی پت) کے دو برس بعد ۱۱۷۴ھ بمطابق ۱۷۶۳ء میں اپنے بعد ایک

مضبوط جماعت چھوڑ کر اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ احمد شاہ ابدالی کی یلغار سے مرہٹوں کا زور ٹوٹ گیا تھا لیکن اسی عرصہ میں اکبر اور عالمگیر کے تخت کا دوسرا دشمن بڑی سرایت سے قوت پکڑتا رہا۔

۱۸۰۶ء میں شاہ عالم فوت ہوا تو اس کی جگہ اکبر ثانی بادشاہ بنا۔ اس زمانے میں تجارت کے بہانے سے آئی ہوئی ایسٹ انڈیا کمپنی نے دہلی سے لیکر کلکتہ تک کے علاقوں پر عملی قبضہ کرلیا۔ حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ تو اس جہاں سے چلے گئے تھے لیکن ان کا مشن ختم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حکیم الہند کے سیاسی فکر کو جلا بخشنے کے لئے سراج الہند امام عبدالعزیز میدان عمل میں نکل پڑے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے حکیم الہند کے فکر کی اشاعت کی۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر بھی حکیم الہند کی انقلابی دعوت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پیش پیش رہے۔ تاہم ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی پہلے ہی فوت ہوچکے تھے۔ اس مرکزی جمعیت کی سعی سے نوجوانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی جس کے سرکردہ لیڈر مولانا عبدالغنی کے صاحبزادے مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ مولانا عبدالحی دہلوی اور امام عبدالعزیز کے داماد مولانا محمد اسحاق تھے۔ اور سید احمد شہیدؒ بھی اس جماعت کے ساتھ ہوگئے تھے۔ اس طرح حکیم الہند کے جانشینوں کی جماعت بن گئی امام عبدالعزیز نے سب سے پہلے غیر مسلم تسلط والے علاقوں کو دارالحرب کا فتویٰ دیا اور حکیم الہند کا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لئے اور ان کی تفسیر فتح الرحمٰن کو سمجھانے کی خاطر ایک کتاب فتح العزیزی لکھی۔ اسی زمانے میں ایران میں بابی' نجد میں وہابی اور یمن میں زیدی نام کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ تاہم حکیم الہند کی تحریک کا ان سے کوئی واسطہ نہ تھا البتہ نجد میں محمد بن عبدالوہاب کی تحریک توحید حکیم الہند کی تحریک سے کچھ مشابہ تھی۔ چونکہ حکیم الہندؒ کی تحریک کا مقصد بھی شرک و بدعت کو ختم کرکے مسلمانوں کو ایک سیاسی وحدت میں پرونا تھا۔ ۱۲۳۱ھ میں پہلی مرتبہ سید احمد شہیدؒ کی رہنمائی میں ایک جماعت کو اطراف ملک میں بیعت طریقت لینے کی غرض سے بھیجا اور ۱۲۴۳ھ میں دوبارہ جہاد کی بیعت لی گئی اس کے بعد یہ سارا قافلہ حج کے لئے روانہ کیا گیا تاکہ جہاد کا شوق رچ بس جائے۔

۱۲۳۹ھ میں جب حزب ولی اللہ کا یہ قافلہ حج سے واپس روانہ ہوا تو امام عبدالعزیز فوت ہوچکے تھے۔ اور انہوں نے آخری وقت میں مولانا محمد اسحاق کو مدرسہ سپرد کرکے اپنا قائم مقام بنادیا تھا۔ سید احمد شہیدؒ کے قافلہ نے مولانا شاہ محمد اسحاق کی امامت کو تسلیم کرلیا اور جہاد کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ مولانا شاہ محمد اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی نے ترغیب جہاد کے لئے اطراف ہند کا دورہ کیا۔ جب تقریباً" دو ہزار مجاہدین کا اجتماع ہوگیا تو امیر شہید نے ان کے تین حصے کئے اور کوچ کا حکم دے دیا۔ خود دہلی' دیوبند اور پانی پت سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچ گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت معرکہ آراء ہوئے۔ یوں افغانی قبائل نے ہند کے مقام پر سید احمد شہیدؒ کو اپنا امیر بنالیا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی سرکردگی میں مجاہدین کی معرکہ آرائیاں جاری رہیں اور مجاہدین نے پشاور کے لوگوں کو بھی اپنا باج گزار بنادیا۔ اسی دوران سرداران پشاور نے حادی خان اور یار محمد خان (جو کہ سکھ تھے) سے سازباز کرنی شروع کردی جس کے نتیجے میں مجاہدین اور سرداران پشاور کی باقاعدہ لڑائی شروع ہوگئی۔ مجاہدین مردانہ وار لڑے اور مخالفوں کو منہ کی کھانی پڑی' پشاور کی فتح سے مجاہدین کی ایک موقتہ حکومت بن گئی۔ کابل کی یہ حکومت مجاہدین کے لئے ایک ایسا مرکز تھی جس کی بنا پر وہ آگے مزید سندھ اور ماوراء سندھ کو اپنے انقلاب کا نشانہ بناسکتے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ شکست خوردہ افغان امیر شہید کے پاس تائب ہوکر آئے اور معافی مانگ کر اپنا ملک واپس لینا چاہا۔ امیر شہید باقی تمام اہل الرائے سے مخالفت کرتے ہوئے ملک واپس دینے پر راضی ہوگئے۔

افغان خاندان نے حکومت واپس لیتے ہی حزب ولی اللہ کے تمام عہدیداروں اور سپاہیوں کو تہ تیغ کرڈالا اور حزب ولی اللہ کی اس سیاسی اور انقلابی حکومت کا خاتمہ ہوگیا امیر شہید اس افسوس ناک واقعہ سے سخت افسردہ ہوئے اور موصوف نے اپنا فوجی مرکز کشمیر میں منتقل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ماہ رجب ۱۲۴۶ھ میں سید صاحب علاقہ کاغان میں پہنچے۔ وہاں سے آپ نے چار سو مجاہدین کا لشکر مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی قیادت میں "بھوکرمنگ" کی طرف روانہ کیا اور وہاں شیر سنگھ کی بیس ہزار فوج پر شبخون مارا جو کامیاب رہا۔ اور لوگوں نے سکھوں کے بجائے مجاہدین کو مالیہ ادا کیا۔ درہ مذکور سے بڑھ کر مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے بالاکوٹ پر قبضہ کرلیا۔ ادھر مولانا اسمٰعیل شہید کی تشکیل کردہ جماعت نے خیرالدین کی سرکردگی میں مظفر آباد (سکھوں کا فوجی ہیڈ کوارٹر) فتح کرلیا۔ ایام میں شیر سنگھ رئیس مظفر آباد سردار نجف کے ساتھ پشاور گیا ہوا تھا۔ اسے جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو وہ گڑھی حبیب اللہ آیا جو مظفر آباد اور بالاکوٹ کے درمیان میں ہے اور ایک بدبخت مسلمان کی رہنمائی سے شیر سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ بالاکوٹ کے دشوار گزار دروں کو پھلانگتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچا جہاں صرف ستر مجاہد موجود تھے شیر سنگھ کی بیس ہزار فوج نے ان سب کو شہید کردیا اور پھر ایک محصور مقام پر مجاہدین کی ہزار بارہ سو کی جماعت سے نبرد آزما ہوئی۔ نتیجی

علاقوں میں مسلمان تھے اور بلندیوں پر سکھ، دست بدست لڑائی کے علاوہ سکھوں کی بھاری جمعیت پہاڑوں سے گولیوں کی بارش برسا رہی تھی۔ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید مجاہدین کے ساتھ سکھوں کی فوج میں گھس گئے اور رب نے رضائے الٰہی کے لئے جام شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۳۱ء کو بروز جمعہ نماز جمعہ کے وقت پیش آیا۔ اس طرح حکیم الہند کی وہ تحریک جو مدرسہ رحیمیہ سے شروع ہوئی تھی۔ ۵ مئی ۱۸۳۱ء کو اپنی زندگی کے پورے سو سال گزار کر ولی اللہ" کے بے نظیر پوتے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے رفقاء کی شہادت پر ہمیشہ کے لئے مثال بن گئی۔ واقعہ بالاکوٹ پر ولی اللہ" اور عبدالعزیز کی اجتماعی تحریک کا ایک دور ختم ہوتا ہے۔ دراصل انقلابی تحریکوں میں ناکامی اصل ناکامی شمار نہیں ہوتی بلکہ یہ تحریکیں بار بار شکست کھاتی ہیں تب کہیں اپنی منزل مقصود پر پہنچتی ہیں۔ جیسے یورپ کی اشتراکی تحریک تھی۔ واقعہ بالاکوٹ کے بعد مولانا محمد اسحاق دہلوی" نے گیارہ سال تک غور و خوض فرما کر امام ولی اللہ کی اجتماعی تحریک کا نیا پروگرام مکمل کیا۔ ان کے پروگرام کے دو بنیادی اصول تھے۔ (۱) حنفی مذہب کی پابندی، (۲) ترکی سلطنت سے اتصال

ادھر ایسٹ انڈیا کمپنی جو گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے ہندوستان میں سیاسی اقتدار کے درپے تھی اپنی مکاریوں سے واقعہ بالاکوٹ کے دو سال بعد حکومت ہند کی مالک بن گئی یہ ۱۸۳۳ء کا واقعہ ہے۔ مولانا محمد اسحاق کی سرکردگی میں تحریک ولی اللہ پر ابھی پورے تیس سال نہ گزرے تھے کہ دہلی کے آخری بادشاہ کی انگریز کمپنی سے لڑائی ہو گئی۔ حالات انتہائی دگرگوں ہو گئے اور بالآخر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندوستان پر براہ راست قبضہ کر لیا۔ حزب ولی اللہ جو اس وقت تعلیمی لباس میں مصروف کار تھی اپنے وطن میں اپنے وجود کو نہ سنبھال سکتی تھی اور اب اسے لامحالہ کسی ایسے مرکز کی ضرورت تھی جو انگریزی تسلط سے پاک ہو۔ یہ حجاز کا شہر مکہ مکرمہ تھا۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی اور ان کے بھائی محمد یعقوب دہلوی حجاز چلے گئے اور مولانا مملوک علی، مولانا قطب الدین دہلوی، مولانا عبدالغنی دہلوی اور مولانا ظفر حسین کاندھلوی کو ملا کر دہلی میں نئے پروگرام کی اشاعت کے لئے ایک بورڈ بنایا۔ چنانچہ امیر امداداللہ مہاجر مکی مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد اسحاق حجاز میں بیٹھ کر ولی اللہ تحریک کے ہندوستانی اقدامات کی رہنمائی کرتے رہے۔ ۱۸۵۷ء میں سلطان دہلی کی طرف داری اور غیر جانبداری کی بناء پر "حزب" میں اختلاف ہوا اور یہ جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد شیخ رشید الدین اور ان کے شاگرد مولانا مملوک علی کی زبان سے تعلیم پانے والی ہونہار اور جدت پسند شخصیت نے حزب سے اختلاف کرتے ہوئے نیا دستور پیش کیا۔ یہ حضرت سرسید احمد خان تھے جو مسلمانوں کی فلاح حکومت برطانیہ کے ساتھ باہمی ہم آہنگی میں سمجھتے تھے۔ دراصل سرسید احمد خان کے سینہ میں فکر ولی اللہ کی روحیں ایک انوکھے انداز میں جگہ پائی تھیں اور وہ شاید اسی فکر میں سرگرداں ہو چکے تھے۔ چنانچہ علاقہ علی گڑھ ان کی تعلیمات کا مرکز بن گیا۔ ادھر مدرسہ رحیمیہ سقوط دہلی کے بعد تباہ کیا جا چکا تھا۔ یہ وہ مرکز تھا جہاں سے حزب ولی اللہ کو جرات و استقامت کا درس ملتا تھا۔ اور امام ولی اللہ" کے بعد امام عبدالعزیز" اور امام محمد اسحاق" نے اسی مدرسہ میں بیٹھ کر تحریک ولی اللہ کی رہنمائی کی تھی۔ سقوط دہلی کے دو سال بعد مولانا محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت نے (جو حجاز میں مقیم تھی اور امیر امداداللہ کی رہنمائی میں کام کر رہی تھی) فیصلہ کیا کہ اطراف دہلی میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ رحیمیہ کے نمونہ پر ایک مدرسہ بنایا جائے جو حزب ولی اللہ کی قربانیوں اور کاوشوں کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مولانا قاسم نانوتوی" سات سال تک مسلسل کوشش کرتے رہے تب کہیں جا کر ۱۲۸۳ھ یعنی ۱۸۶۶ء میں سقوط دہلی کے نو سال بعد مدرسہ دیوبند کی تاسیس ہو سکی۔ اس کے بعد ان ہی کی کوشش سے اسی طرز کا ایک مدرسہ سہارنپور اور ایک مراد آباد میں بنا جو دارالعلوم دیوبند کی شاخیں تھیں۔ اب تک شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت امیر امداداللہ" کی رہنمائی میں مکہ معظمہ میں بیٹھ کر تحریک چلائی تھی جب دارالعلوم دیوبند کی تاسیس عمل میں آئی تو اس جماعت نے دارالعلوم دیوبند کو اپنا مرکز بنایا۔ اس طرح مدرسہ رحیمیہ کی روحیں (جسے حکیم الہند اور ان کے بعد امام عبدالعزیز" اور امام محمد اسحاق" نے ہندوستان کی اسلامی سیاسی وحدت کے لئے اپنا مرکز بنایا تھا) ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہو گئیں اور یوں پرانی دہلی کا وہ مدرسہ اپنے نئے دور میں دارالعلوم دیوبند کے روپ میں منظر عام پر آیا۔ اس مدرسہ سے ہزاروں مفکر، مفسر، محقق اور ادیب پیدا ہوئے۔ جنہوں نے پورے برصغیر میں دینی مدارس کا جال بچھا دیا۔ ان ہی مدارس میں ایک "دارالعلوم مدنیہ" ڈسکہ میں واقع ہے۔ جو گزشتہ نصف صدی سے پروانہ ختم نبوت حضرت مولانا محمد فیروز خان صاحب فاضل دیوبند کی سرپرستی میں مصروف عمل ہے۔ اسی مدرسہ کے انتہائی مخلص مدرس اور مجاہد ختم نبوت مولانا غلام مرتضیٰ صاحب آف موسیوالا کی نظر شفقت اور مہربانی سے میں یہ جرات کر سکا، میں ان کی محنتوں اور کاوشوں کا انتہائی شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ "دارالعلوم دیوبند سے قیام پاکستان" کے عنوان سے لکھ سکوں گا۔ انشاء اللہ

(ماخوذ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک)

اندھیروں سے روشنی میں

ایک نومسلم خاتون کے تاثرات

خولہ لکاتا

۱۹۹۱ء کے اوائل میں جب میں نے فرانس میں اسلام قبول کیا تو اسکول میں حجاب کا استعمال گرما گرم بحث کا موضوع بنا ہوا تھا۔ فرانسیسی معاشی مسائل سے دوچار تھے جس کے نتیجے میں بے روزگاری عام ہوئی اور بے روزگاری کے اسباب میں سے ایک سبب مسلم ممالک سے آنے والے تارکین وطن کو سمجھا گیا۔ اپنے شہروں اور اسکولوں میں حجاب کو دیکھ کر ان کے اندر زبردست منفی رجحانات پیدا ہوئے۔ عوام کی اکثریت کا خیال تھا کہ ایجوکیشنل سسٹم میں حجاب استعمال کرنے کی اجازت دینا سیکولرازم کے خلاف ہے۔ میں اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھی اس لئے یہ نہ سمجھ سکی کہ اگر کوئی طالبہ اپنے سر پر صرف کپڑا ڈال لیتی ہے' تو اسکول اس کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں' میں یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ مسلمانوں کے نزدیک حجاب استعمال کرنے کی اہمیت کیا ہے' لیکن میرا خیال تھا کہ عقائد اور مذہبی معاملات کی ادائیگی کے سلسلے میں اسکولوں کو غیر جانبدار رہنا چاہئے اور انہیں ان معاملات میں اس وقت تک دخل نہیں دینا چاہئے جب تک اس سے اسکول کا ڈسپلن خراب نہ ہو۔ (حجاب استعمال کرنے کی وجہ سے کچھ مسلم لڑکیوں کا فرانسیسی اسکولوں سے اخراج بھی ہوگیا تھا)

فرانسیسیوں کو دوسرے اہل مغرب کی طرح یہ توقع تھی کہ تاریخ میں حجاب کا نام مغربیت اور سیکولرازم کے غلبے کے زیر اثر ختم ہو جائے گا' لیکن عالم اسلام میں خاص طور سے نوجوان نسل کے اندر مختلف ممالک میں پردے کی طرف مراجعت کی ایک زبردست لہر چل رہی ہے' یہ موجودہ بیداری یا اسلامی احیاء کا اظہار ہے' چونکہ مسلمانوں کی عظمت اور تشخص کو نو آبادیاتی نظام اور معاشی استحصال کے ذریعے متعدد بار برباد کیا جا چکا ہے' اس لئے یہ عمل ان کی عظمت رفتہ کے دوبارہ حصول کی ایک علامت بن گیا ہے' میرا تعلق جاپان سے ہے' تاریخی اعتبار سے مغربی ثقافت کا تجربہ ہم نے پہلی بار میجی دور میں ۱۸۶۰ء کے عشرے میں کیا جب جاپان دوسرے ممالک کے لئے بند کردیا گیا تھا۔ اس دور میں جاپانیوں کے اندر مغربی طرز زندگی اور لباس کے خلاف شدید رد عمل ہوا' اسی طرح ہم لوگوں کا عربوں نیز دوسرے مسلمانوں کی حمایت کا سبب قدیم روایت پسندی یا مغربیت کی مخالفت میں تلاش کیا جاسکتا ہے' جس کا خود جاپانیوں کو تجربہ ہے' انسان کے اندر قدامت پسندی کا میلان جھلکتا ہے' لہٰذا وہ غیر شعوری طور پر نئے اور غیر مانوس طرز حیات کو قبول کرنے کے بجائے شدید رد عمل کا اظہار کرتا ہے' وہ کبھی یہ جاننے اور سمجھنے کیلئے نہیں رکتا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔

ایسا ہی ان غیر مسلموں کا معاملہ ہے جو حجاب کو ظلم کی ایک علامت سمجھتے ہیں' ان کا اعتقاد ہے کہ مسلم عورتوں کو رسم و رواج کا پابند بنادیا گیا ہے اور وہ اپنی قابل افسوس حالت سے واقف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلم عورت کی نجات تحریک آزادی نسواں یا کسی ایسی اقتصادی و معاشرتی اصلاح کے ذریعے ہوگی جو اس کو آزادی دے' اس کے ذہن کو بیدار کرے اور اسے رسم و رواج نیز حجاب کی پابندیوں سے آزاد کرے۔

اس طرز فکر کو عام طور سے ان سب لوگوں نے اپنایا ہے جنہیں اسلام کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں' سیکولرازم کے حامی غیر مسلم عام طور پر یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کوئی شخص ان کی زندگی کے رخ کو بدل کر اس مذہب کے مطابق کیوں کرنا چاہتا ہے جو صدیوں پہلے رائج ہوا تھا۔ وہ اسلام کی قوت اور اپیل کو نہیں سمجھتے ہیں جو عالمگیر اور لازوال ہے' وہ اس حقیقت سے پریشان ہیں کہ دنیا کی مختلف قومیتوں میں ان عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے جو اسلام کی طرف راغب ہورہی ہیں اور اپنے آپ کو مستور کررہی ہیں۔ اس "انوکھی شے" سے انہیں پریشانی لاحق ہے' یہ انوکھی شے جو صرف عورت کے سر کے بالوں ہی کو پوشیدہ نہیں رکھتی بلکہ اس مخصوص روح نسوانیت کو بھی پوشیدہ رکھتی ہے' جس تک ان کی نظروں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غیر مسلم باہر سے موثر طور پر یہ نہیں دیکھ سکتا کہ حجاب کے اندر کیا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی کتابوں کا انداز بھی سرسری اور خارجی جائزے کا ہے۔ ان کے مصنفین کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا جو ایک عورت کی نگاہ' حجاب کے اندر سے بھانپتی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں مسلمان ہونے کے بعد ہی میرے تصورات اس سلسلے میں واضح ہوئے۔

ان ایام میں جب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میں اسلام قبول کروں یا نہ کروں' میں نے اپنے اندر سنجیدگی کے ساتھ روزانہ پانچ مطلوبہ عبادات ادا کرنے کی صلاحیت اور رجحان کا اندازہ نہیں لگایا تھا اور نہ ہی حجاب پہننے کے بارے میں سوچا تھا' ہوسکتا ہے کہ میں اس بات

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

سے خائف تھی کہ میرے مسلمان ہونے کے فیصلہ پر اثر انداز ہونے کیلئے میرے اندر منفی رجحان نہ پیدا ہوجائے۔ پیرس کی مسجد میں پہلی بار جانے سے قبل میں ایک ایسی دنیا میں رہتی تھی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا' میں نماز اور حجاب سے یکسر ناواقف تھی' میں بمشکل یہ تصور کرسکتی تھی کہ میں کبھی ان فرائض کو ادا کرسکتی ہوں یا ان طریقوں کو اپنا سکتی ہوں۔ پھر بھی میرے اندر کوئی چیز رونما ہوچکی تھی اور اسلامی برادری میں داخل ہونے کی میری خواہش اتنی شدید تھی کہ میں اس بات سے قطعاً" پریشان نہ تھی' جس سے مذہب تبدیل کرنے کے بعد میرا سابقہ پڑسکتا تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی تھی۔

اگرچہ میں حجاب کی عادی نہ تھی لیکن تبدیلی مذہب کے بعد میں فوراً" اس کا فائدہ محسوس کرنے لگی' مسجد میں اتوار کے اسلامی لیکچر میں پہلی مرتبہ شامل ہونے کے چند دن بعد اگلے اتوار کو پہننے کے لئے میں نے اسکارف خریدا۔ مجھ سے کسی نے اسکارف پہننے کو نہیں کہا تھا' میں مسجد اور وہاں کی دوسری مسلم بہنوں کے لئے بے قرار تھی' کیونکہ گزشتہ لیکچر نے مجھے ایک ایسے روحانی جذبے سے سرشار کیا تھا جس کا اس سے قبل مجھے کوئی تجربہ نہ تھا۔ میرے دل میں روحانیت کے لئے اتنی اشتہا تھی کہ میں نے لیکچر کے ہر لفظ کو اس طرح جذب کیا جیسے خشک اسفنج پانی کو جذب کرتا ہے۔ دوسرے اتوار کو لیکچر روم میں جانے سے قبل میں نے وضو کیا اور اسکارف پہنا' لیکچر کے بعد میں پہلی بار نماز والے کمرے میں داخل ہوئی' میں نے دوسری بہنوں کے ساتھ نہایت خاموشی سے نماز ادا کی۔ مسجد میں گزارے ہوئے چند گھنٹوں نے مجھے اتنا مسرور اور مطمئن کردیا تھا کہ وہاں سے نکلنے کے بعد بھی اس مسرت کو اپنے دل میں محفوظ کرنے کے لئے میں اسکارف پہنے رہی۔ چونکہ وہ سردیوں کا موسم تھا' اس لئے لوگوں کو میرا اسکارف اپنی طرف متوجہ نہ کرسکا۔ عوام میں یہ میرا حجاب کا پہلا مظاہرہ تھا اور مجھے اپنے اندر ایک فرق کا احساس ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو پاکیزہ اور محفوظ سمجھا' مجھے احساس ہوا کہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگئی ہوں۔ دوسرے ملک میں ایک جاپانی عورت ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے پبلک مقامات پر گھور کر دیکھتے تھے تو میں مضطرب ہوجاتی تھی۔ اب میں اپنے آپ کو حجاب کی وجہ سے محفوظ سمجھتی تھی اور اپنے آپ کو غیر شائستہ نگاہوں کا مرکز خیال نہیں کرتی تھی۔

اس کے بعد میں جب بھی باہر گئی تو حجاب میں گئی' یہ ایک ایسا بے ساختہ اور رضاکارانہ عمل تھا جو کسی نے مجھ پر جبراً" نہیں لادا تھا۔ اسلام سے متعلق پہلی کتاب جس کا میں نے مطالعہ کیا' اس میں "حجاب" کو معتدل انداز میں واضح کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ اس کی پر زور نصیحت کرتا ہے" اگر کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا ہوتا کہ "جیسے ہی تم اسلام قبول کرو' حجاب ضرور استعمال کرو" تو میں اس حکم کے خلاف ضرور بغاوت کردینا چاہتی۔ اسلام کا مطلب ہے اللہ کی مرضی کے لئے سپردگی اور اس کے احکام کی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کرنا' مجھ جیسی خاتون کیلئے جس نے برسوں بغیر کسی مذہب کے زندگی گزاری تھی' کسی حکم کی بلا شرط تعمیل کرنا بڑا مشکل کام تھا' لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام بغیر کسی غلطی کے ہیں اور صحیح اسلامی طریقہ انہیں بلاچوں چرا تسلیم کرنا اور نافذ کرنا ہے' یہ صرف انسانی فہم و ادراک ہے جس سے غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے۔ میں بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح اپنی قوت استدلال پر اعتماد کرتی تھی اور کسی حاکم اعلیٰ کے وجود یا ضابطہ اخلاق کی ضرورت سے متعلق مسلسل سوالات کرتی تھی۔ بہرکیف میری زندگی کے اس موڑ پر میری خواہشات بے ساختہ طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگئیں' الحمدللہ میں اسلامی فرائض کو بلا کسی جبر کے احساس کے' ادا کرنے کے لائق ہوگئی تھی۔

میں اپنے نئے خول میں مطمئن تھی' یہ صرف اللہ کی اطاعت کی ہی علامت نہیں تھا بلکہ میری عقیدے کا برملا اظہار بھی تھا۔ ایک حجاب پہننے والی مسلمان عورت جم غفیر میں قابل شناخت ہوتی ہے' اس کے برعکس کسی غیر مسلم کا عقیدہ اکثر الفاظ کے ذریعے بیان کرنے پر ہی معلوم ہوسکتا ہے' حجاب کے بعد مجھے ایک لفظ کہنے کی ضرورت نہیں ہوئی' یہ میرے عقیدے کا واضح اظہار ہے' یہ دوسروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود کی یاد دہانی ہے اور میرے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کرنے کی یاددہانی' میرا حجاب مجھے مستعد اور آمادہ کرتا ہے کہ "ہوشیار ہوجاؤ" تمہارا طرز عمل ایک مسلم کی طرح ہونا چاہئے' جس طرح پولیس کا ایک سپاہی اپنی وردی میں اپنے پیشے کا لحاظ رکھتا ہے' اسی طرح میرا حجاب بھی میری مسلم شناخت کو تقویت دیتا ہے۔

اپنا مذہب تبدیل کرنے کے دو ہفتے بعد میں اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لئے جاپان واپس ہوئی' اسلام قبول کرتے ہی میں نے وہ شے دریافت کرلی تھی جس کی مجھے تلاش تھی اور اب میری فرانسیسی ادب میں ڈاکٹریٹ کے حصول میں مزید دلچسپی نہ رہی تھی' اس کے بجائے میرے جذبات عربی اور قرآن سیکھنے کی طرف مائل ہوگئے اس لئے میں نے تہیہ کرلیا کہ فرانس واپس نہ جاؤں گی۔

ایک چھوٹے سے جاپانی قصبے میں رہنا

یقیناً "ایک آزمائش تھی" میں نے ماضی قریب ہی میں مذہب تبدیل کیا تھا' اسلام سے متعلق میری معلومات بھی کم تھیں' دوسرے مسلمانوں سے مکمل طور پر علیحدہ بھی تھی' تاہم اس علیحدگی نے میری اسلامی معلومات کو وسیع کردیا' روازانہ پنجگانہ نماز کی ادائیگی اور اسکارف کے استعمال نے میری اسلامی شناخت کو مستحکم کرنے میں معاونت کی اور میرے تعلق باللہ کو تقویت دی۔ میں تنہائی میں اکثراللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق استوار کرتی تھی' میں جس طرز کا لباس زیب تن کرتی تھی' اب اس میں پہلی بار بڑی تبدیلی ہوئی۔ اسلام عورتوں کو پبلک میں اپنے جسم کی ساخت کی نمائش سے منع کرتا ہے اس لئے مجھے اپنے بہت سے کپڑوں کو ترک کرنا پڑا جو میری جسمانی ساخت کو پرکشش بناتے تھے' منی اسکرٹ' پینٹ' ہاف پینٹ' اور چھوٹی آستین کے بلاؤز حجاب سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے میں نے اپنے لئے پاکستانی طرز کی شلوار اور خواتین کے پہننے کی ڈھیلی ڈھالی "کرتی" یعنی جمپر بنوایا' جب لوگ میرے نئے انوکھے فیشن کو گھور کر دیکھتے تو اس سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

مذہب تبدیل کرنے کے چھ ماہ بعد میں نے مصر کا سفر کیا' میں نے اپنی عربی اور اسلام کے مطالعہ کی شدید خواہش کی تکمیل کسی مسلم ملک میں کرنے کا عزم مصمم کیا تھا' میں مصر میں صرف ایک جاپانی شخص کو جانتی تھی۔ میرے میزبان کے گھر میں کوئی انگریزی نہیں بولتا تھا' میں اپنی میزبان کو پہلی نظر میں دیکھ کر سخت حیران ہوئی۔ وہ سر سے پاؤں تک بشمول چہرہ' سیاہ لباس میں ڈھکی ہوئی تھی۔ اس سے قبل میں نے فرانس میں ایک عورت کو چہرے کے نقاب کے ساتھ سیاہ لباس میں دیکھا تھا' میں نے ایک بڑی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ وہاں ان مسلم عورتوں کے درمیان جو رنگین لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں اور اسکارف پہنے ہوئے تھیں' اس کی موجودگی بڑی انوکھی معلوم ہوئی تھی' میں نے پھر غور کرنا شروع کیا "یہ ایک ایسی عورت ہے جو عرب رسم و رواج کے بندھن میں جکڑی ہوئی ہے اور اسلام کی اصل تعلیم سے نابلد ہے" اس وقت میری اسلامی معلومات بہت محدود تھیں۔ میرا اعتقاد تھا کہ چہرہ ڈھکنے کی جڑیں نسلی رسم و رواج سے منسلک ہیں جس کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ایسا ہی خیال میرے اندر اس وقت پیدا ہوا جب یہ جاپانی عورت مجھے اپنے گھر لے گئی' میں اس سے کہنا چاہتی تھی کہ "آپ شدت سے کام لے رہی ہیں' یہ غیر فطری ہے" مردوں سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھنے کی اس کی کوششیں بھی خلاف معمول دکھائی دیں۔

جلد ہی اس بہن نے مجھے بتایا کہ میرے کپڑے پبلک میں استعمال کرنے کے لئے موزوں نہیں ہیں' اگرچہ میرا یقین تھا کہ میری پوشاک اسلامی پوشش کے مطالبات کے موافق تھی' میرے اندر حالات سے مطابقت کرنے کی کافی صلاحیت تھی' مشہور مقولہ ہے کہ "جب روم میں رہو تو وہی کرو جو رومی کرتے ہیں" میں نے ایک سیاہ لباس اور ایک لمبا سیاہ سرپوش جس کو دوپٹا کہا جاتا ہے' بنایا۔ اس طرح میں چہرے کے علاوہ مکمل طور پر ڈھک گئی' میں نے نقاب کے متعلق بھی سوچا' فضا کے مستقل گرد و غبار سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ایک عمدہ شے گی' لیکن میری میزبان بہن نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے یہ سوچ کر کہا ہو کہ جاپان میں اس پر عمل نہ کرسکو گی یا میرا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ ان بہنوں کا یقین محکم تھا کہ چہرہ چھپانا ان کے مذہبی فرائض کا ایک جزو ہے۔

زیادہ تر بہنیں جن سے میں متعارف ہوئی' نقاب استعمال کرتی تھیں' بہرکیف قاہرہ جیسے بڑے شہر میں ان کی تعداد کم تھی' عموماً "مغرب زدہ مصری مرد برقع پوش عورتوں سے دور رہتے تھے اور انہیں "الاخوات" کہہ کر پکارتے تھے' لوگ ان کے ساتھ خصوصی احترام اور نرمی کا رویہ رکھتے تھے' یہ بہنیں خاص حد کے اندر ہی دکھائی دیتی تھیں۔ عموماً "برقع پوش خواتین اپنے عقیدے کی زیادہ پابند تھیں۔ اسکارف کا استعمال بہت کم یا بالکل نہ کرنے والی اپنے فرائض کی ادائیگی سے بالکل بے نیاز معلوم ہوتی تھیں۔

قبول اسلام سے قبل میں چست پینٹ اور منی اسکرٹ زیب تن کرتی تھی' لیکن اب میری لمبی پوشاک نے مجھے بہت مسرور کیا اور میں نے سمجھا کہ میں ایک شہزادی کی طرح ہوں' ساتھ ہی ساتھ میں نے اس کو زیادہ آرام دہ پایا' میں نے سیاہ پوشش کو ناپسند نہیں کیا' اس کے برعکس میں نے قاہرہ جیسے غبار آلود شہر میں اپنی کالی پوشاک کو زیادہ موزوں پایا' میری مسلم بہنیں اپنی سیاہ پوشاک اور دوپٹے میں بڑی دلکش لگتی تھی اور جب اپنے چہروں سے نقاب اٹھاتی تھیں تو اندرونی نور نمایاں ہوتا تھا۔

میں قاہرہ میں اپنے قیام کے دوران سیاہ برقعے (عبا) میں بہت خوش تھی۔ میرے اندر اس وقت منفی رد عمل ہوتا تھا جب میری مصری بہنیں مجھے مشورہ دیتیں کہ جب میں جاپان واپس جاؤں تو وہاں بھی اسی طرح رہوں' مجھے اس بات پر خفگی اور ندامت ہوتی کہ اس وقت میں جو سوچتی تھی وہ نادانی تھی' میری دانست میں اسلام عورتوں کو ستر پوشی کی اور شخصیت کو پوشیدہ رکھنے کی تلقین کرتا ہے' اس حکم کی تعمیل میں کوئی عورت برقعے کا جو طرز پسند کرے' استعمال کرسکتی ہے' مگر یہ نہ تو بہت باریک اور چست ہو

اور نہ ہی زیب و زینت والا' ہر سماج کا اپنا ایک فیشن ہوتا ہے' میرا تصور تھا کہ اگر میں جاپان کی گلیوں میں لمبی سیاہ پوشاک زیب تن کر کے منظر عام پر آؤں تو مجھے پاگل سمجھا جائے گا' میں نے اپنی مصری بہن سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا میری نئی پوشاک سے جاپانیوں کو گہرا صدمہ ہوگا اور کوئی میری بات نہیں سنے گا۔ وہ اسلام کو صرف اس کے ظاہر ہی سے رد کر دیں گے اور اس کی تعلیمات کو سننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

بہرحال مصر میں اپنے قیام کے اختتام تک میں اپنے لمبے لباس کی عادی ہو گئی تھی اور اسے جاپان میں بھی پہننے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا' تاہم میں نے اس کے لئے سیاہ رنگت کی بجائے کچھ ہلکے رنگ کے لباس اور دوپٹے بنائے' اس طرز کی پوشاک زیب تن کئے ہوئے ایک بار پھر اپنے وطن واپس ہوئی۔

جاپان میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے وہ کبھی نظر نہیں آتے' تاہم میرے سفید دوپٹے کے ساتھ جاپانیوں کا رویہ ہمت افزا تھا' مجھے اس سلسلے میں ناپسندیدگی اور تضحیک کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لوگوں نے مان لیا تھا کہ میرا تعلق کسی مذہب سے ہے' لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ کس سے؟ میں نے ایک لڑکی کو اپنی سہیلی سے دھیرے سے یہ کہتے سنا کہ میں بدھ مذہب کی راہبہ ہوں۔ دراصل اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے میرے اندر ایک راہبہ کی زندگی گزارنے کی زبردست خواہش تھی۔ یہ بڑا دلچسپ پہلو ہے کہ ایک مسلمان عورت اور ایک عیسائی یا بدھ راہبہ خارجی ہیئت میں بڑی حد تک مشابہت رکھتی ہیں۔ ایک بار پیرس کے سفر میں ایک کیتھولک راہبہ کے ساتھ کار پر سفر کر رہی تھی' ہم میں اتنی مشابہت تھی کہ میں بمشکل اپنی ہنسی روک سکی۔ کیتھولک راہبہ کا لباس اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کردینے کی علامت ہوتا ہے اور اس کا احترام کیا جاتا ہے اور یہی اس کی پہچان بھی ہوتا ہے' ٹھیک اسی طرح سے مسلم عورت کا حجاب بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا مظہر ہوتا ہے' مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگ ایک راہبہ کے لباس کا تو احترام کرتے ہیں اور مسلمان عورت کے حجاب کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور اسے ایک علامت کے بجائے انتہا پسندی یا مظلومیت کا مظہر گردانتے ہیں۔

ایک بار ٹرین میں ایک بزرگ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں کیوں یہ نرالے طرز کا لباس پہنتی ہوں؟ میں نے وضاحت کی کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام کا عورتوں سے مطالبہ ہے کہ وہ غیر مردوں سے اپنا جسم پوشیدہ رکھیں' کیونکہ دلکشی اور حسن کا نامناسب اظہار مردوں کو خواہ مخواہ آزمائش میں ڈالتا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ عورتوں کی طرف جنسی جذبے کے تحت نہیں دیکھتا' یہ صحیح ہے' لیکن مسئلہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو ایسا کرتے ہیں۔ ان غیر معمولی جنسی زیادتیوں اور جرائم پر غور کیجئے جو بہت سے معاشروں میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ہم ان حادثوں کو محض مردوں کو اعلیٰ اخلاق اور ضبط نفس کی تلقین کر کے نہیں روک سکتے۔ اس کا حل صرف اسلامی طرز حیات ہی میں مضمر ہے جو عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پردے میں رکھیں اور مردوں سے تعلق رکھنے سے ممکنہ حد تک اجتناب کریں۔ منی اسکرٹ کا مطلب ہوتا ہے کہ "اگر آپ کو میری ضرورت ہے تو مجھے لے جاسکتے ہیں" حجاب صاف طور پر یہ بتاتا ہے کہ "میں آپ کے لئے ممنوع ہوں" بزرگ اس وضاحت سے کافی متاثر دکھائی دیئے۔ شاید اس لئے کہ وہ عورتوں کے ہیجان انگیز فیشن کو ناپسند کرتے تھے۔ وہ میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹرین سے یہ کہتے ہوئے اتر گئے کہ کاش ہمارے پاس اسلام سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے مزید وقت ہوتا۔ جاپانی لوگ عموماً" مذہبی گفتگو کے عادی نہیں' تاہم میرے حجاب نے اسلام پر گفتگو کرنے کا دروازہ کھول دیا۔

میرے گھر میں صرف میرے والد کو میرے متعلق زیادہ تشویش تھی کیونکہ میں مکمل پردے میں رہتی تھی' گرم ترین دن میں بھی' موسم گرما میں ہر انسان گرمی محسوس کرتا ہے لیکن میں نے حجاب کو اپنے سر اور گردن پر براہ راست سورج کی کرنوں سے بچنے کا موزوں ذریعہ پایا' شاید میرے عزیز و اقارب میرے قریب رہنے کو اپنے لئے غیر موزوں سمجھتے تھے' تاہم میں اپنی چھوٹی بہن ..... جو نیکر پہنے ہوئے تھی..... کو دیکھ کر مضطرب ہو گئی' اپنا مذہب تبدیل کرنے سے پہلے بھی کسی عورت کے جسم کی ساخت کا منظر جو اس کی جلد سے چپکے ہوئے باریک لباس سے جھلکتا تھا' مجھے پریشان کر دیتا تھا' مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں نے کوئی ایسی شے دیکھ لی ہے جس کو مجھے دیکھنا نہیں چاہئے تھا۔ اگر یہ بات ایک عورت کو پریشان کر سکتی ہے' تو مردوں کو کتنا متاثر کرتی ہوگی' اس کا تصور مشکل نہیں ہے۔

کچھ عورتیں صرف اس وقت عمدہ پوشاک زیب تن کرتی ہیں جب وہ گھروں سے باہر جاتی ہیں اور انہیں یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ گھروں کے اندر کس طرح رہتی ہیں۔ لیکن اسلام میں عورت اپنے شوہر کے لئے دلکش ہونے کی کوشش کرتی ہے اور شوہر بھی اپنے بیوی کے لئے پر شکوہ دکھائی دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے متعلق اس طرح کے جذبات ازدواجی زندگی کو پر لطف اور پر مسرت بناتے ہیں' کوئی عورت کسی مرد کی توجہ کیوں اپنی طرف مبذول کرانا چاہتی ہے جب کہ وہ ایک شادی شدہ عورت ہے' کیا وہ اس بات کو پسند کرتی ہے

کہ دوسری عورتیں اس کے شوہر کو اپنی طرف مائل کریں؟اس طرح کوئی بھی شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ اسلام خاندان کے استحکام میں کس طرح معاونت کرتا ہے۔

صرف عورتوں کو ہی اپنے جسم پوشیدہ رکھنے کے احکام صادر نہیں کئے گئے ہیں بلکہ مردوں کو بھی اپنی نظریں نیچی رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کھیل کود کے دوران بھی مردوں کیلئے ناف سے گھٹنوں تک اپنے جسم کے حصوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔

غیر مسلم یہ سوچ سکتے ہیں کہ مسلمان اپنے آپ کو کپڑوں میں پوشیدہ رکھنے کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ ہی حساس ہیں۔وہ پوچھ سکتے ہیں "جسم کی فطری حالت کو کیوں پوشیدہ رکھا جائے؟" کچھ لوگ تیراکی کا عریاں لباس پہن کر تیرنے یا ننگوں کے کلب میں شامل ہونے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ پھر بھی پچاس سال قبل جاپان میں تیراکی کے لباس میں تیرنا لفنگا پن سمجھا جاتا تھا اور عہد وسطیٰ میں مجاہد (نائٹ) اپنی محبوب و محترم بیوی کے جوتے کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا'اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرے کا جسم کو پوشیدہ رکھنے کا معیار تبدیل ہوچکا ہے۔ اگر آپ کسی شے کو پوشیدہ رکھیں تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے' عورت کے جسم پوشیدہ رکھنے سے اس کی جاذبیت اور دلکشی بڑھ جاتی ہے' جیسا کہ دنیا کی بیشتر ثقافتوں میں ظاہر ہوتا ہے' اگر اخلاقی قدریں زمانے سے متاثر ہوسکتی ہیں تو یہ تصور ناممکن نہیں ہے کہ مستقبل میں لوگ گلیوں میں بغیر کپڑوں کے عریاں گھومیں گے' اسے کوئی شے نہیں روک سکتی'ہم مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے لئے معیار متعین کردیا ہے'ہم اس کی اتباع کرتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہی ہمارا خالق ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا چیز سب سے عمدہ اور بہتر ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ انسانی تہذیب کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کے اندر شرم کا احساس ابھرا'اگر ایک انسان اپنی جسمانی خواہشات اور وظائف کی تکمیل چاہتا ہے اور ایسا کھلے عام کرتا ہے تو وہ جانوروں سے مختلف نہیں ہے'کیا یہی واحد راستہ ہے جس پر انسان سرپٹ چلا جارہا ہے؟ سوال یہ ہے کہ مناسب لباس اور اخلاق کا تعین کون کرے گا؟ خود انسان (جس کا معیار قدر' ہوا کے رخ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے) یا اللہ تعالیٰ؟ وہ اللہ ہی ہے جو انسان کے ہر زمانے کے حالات سے باخبر ہے' اسی لئے اس نے لوگوں میں ظاہر ہونے اور عمل کرنے کے صحیح طریقے کو واضح کردیا ہے۔

جاپان واپس آنے کے تین ماہ بعد میں اپنے شوہر(میں نے اپنے مصر کے قیام کے آخری ایام میں ایک جاپانی مسلمان سے' جو قاہرہ میں زیر تعلیم تھے' شادی کرلی تھی) کے ساتھ سعودی عرب گئی جہاں انہیں ملازمت مل گئی تھی۔ میں نے اپنے چہرے کو چھپانے کے لئے ایک چھوٹا سا سیاہ کپڑا بنالیا تھا جس کو نقاب کہا جاتا ہے' یہ میں نے اس لئے نہیں بنایا تھا کہ میں نے اپنی قاہرہ والی بہن کے طرز پر سوچنا شروع کردیا تھا مثلاً" یہ کہ پردہ ایک مسلمان عورت کے مطلوبہ لباس کا ایک جزو ہے جب کہ میرا خیال تھا کہ چہرہ اور ہتھیلی کھلا رکھنے کی اجازت تھی' تاہم مجھے سعودی عرب جانے اور چہرے پر نقاب ڈالنے کی شدید خواہش تھی۔ مجھے یہ جاننے کا بڑا اشتیاق و تجسس تھا کہ نقاب کے اندر مجھے کیسا لگے گا؟

ریاض پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا کہ سب ہی عورتیں چہرے پر نقاب نہیں ڈالتی تھیں۔ غیر مسلم عورتیں اپنے سروں کو ڈھکے بغیر لاپرواہی کے ساتھ اپنے شانوں پر سیاہ نقاب ڈالے رہتی تھیں۔ بہت سی غیر ملکی مسلم عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں۔ پھر بھی تمام سعودی عورتیں سر سے پاؤں تک مکمل طور پر پردے میں رہتی تھیں۔

پہلے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مسلم بہنیں برقعے کے اندر کیسے آسانی سے سانس لے سکتی ہیں؟ اس کا انحصار عادت پر ہے' جب کوئی عورت اس کی عادی ہوجاتی ہے تو کوئی دقت نہیں ہوتی' پہلی بار میں نے نقاب لگایا تو مجھے بڑا عمدہ لگا' انتہائی حیرت انگیز' ایسا محسوس ہوا گویا میں ایک اہم شخصیت ہوں' مجھے ایک ایسے شاہکار کی مالکہ ہونے کا احساس ہوا جو اپنی پوشیدہ مسرتوں سے لطف اندوز ہو' میرے پاس ایک خزانہ تھا جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا' جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

ریاض میں ابتدائی چند مہینوں تک میری صرف آنکھیں کھلی رہتی تھیں' لیکن جب میں نے موسم سرما کا برقعہ بنایا تو اس میں آنکھوں کا باریک نقاب بھی شامل کرلیا' اب میرا پردہ مکمل تھا' اس سے مجھے یک گونہ آرام ملا' اب مجھے ہجوم اور بھیڑ میں کوئی پریشانی نہ تھی' مجھے محسوس ہوا کہ میں مردوں کے لئے نظر نہ آنے والی چیز ہوگئی ہوں' آنکھوں کے پردے سے قبل مجھے اس وقت بڑی پریشانی ہوتی تھی' جب اتفاقیہ طور پر میری نظریں کسی مرد کی نظروں سے ٹکراتی تھیں' اس نئے نقاب نے سیاہ عینک کی طرح مجھے اجنبیوں کی گھورتی نگاہوں سے محفوظ کردیا۔

ایک غیر مسلم کسی داڑھی والے مرد کو کسی سیاہ برقع پوش خاتون کے ساتھ دیکھ کر اس جوڑے کے متعلق ایک ایسے ہیولے کا تصور کرسکتا ہے جو ظالم و مظلوم یا غالب و مغلوب ہو' اسلام میں شوہر و بیوی کا ایسا تعلق ایک صفت سمجھی جاتی ہو' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح عورت یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کا احترام اور حفاظت ایک ایسے شخص کے ذریعے کی جاتی ہے جو واقعتاً" اس کا لحاظ کرتا ہے' یا میں یہ کہہ سکتی

ہوں کہ وہ اپنے آپ کو ایسی ہستی تصور کرتی ہے جس کا ہمسفر اس کا محافظ ہوتا ہے۔ یہ کہنا زبردست مغالطہ ہے کہ مسلم عورتیں مردوں کی نجی ملکیت ہیں اور انہوں نے حسد کی بنا پر اس بات سے روک دیا ہے کہ اجنبی مرد انہیں دیکھیں۔ ایک عورت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو کر غیروں سے چھپائے رکھتی ہے تاکہ اس کو عظمت و سربلندی حاصل ہو۔ وہ گھورتی ہوئی اجنبی نگاہوں کا ہدف بننے یا اس کے شے ہونے سے انکار کر دیتی ہے۔ وہ مغربی عورتوں کے لئے ہمدردی اور ترحم کا جذبہ رکھتی ہے جنہیں نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مجھے مسلمان ہوئے دو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے' میرے ماحول اور مذہبی شعور کے ساتھ ساتھ میرا حجاب پانچ بار تبدیل ہوا' فرانس میں اپنا مذہب تبدیل کرنے کے فوراً" بعد میں نے ہم رنگ فیشن ایبل لباس اور اسکارف استعمال کئے' سعودی عرب میں اب سر سے پاؤں تک مکمل سیاہ نقاب میں پوشیدہ ہوں' اس لئے مجھے حجاب کے آسان ترین طرز سے مکمل طرز تک کا تجربہ ہے۔

کئی سال قبل جب ایک جاپانی مسلمہ سر پر دوپٹہ پہنے ہوئے ٹوکیو کی ایک مسلم تنظیم میں نظر آئی تو جاپانی مسلم عورتوں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے لباس سے معاملے میں دوبارہ غور کرے کیونکہ اس طرز کے لباس سے جاپانیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس وقت جاپان میں متعدد مسلمان عورتیں اپنے سروں تک کو چھپا رہی ہیں' وہ سب یہ تسلیم کرتی ہیں کہ وہ اپنے حجاب پر نازاں ہیں اور اس سے ان کے ایمان و یقین کو تقویت ملتی ہے۔

باہر سے حجاب کو دیکھ کر کوئی شخص اس کیفیت کا تصور ہی نہیں کر سکتا جس کا اندرون سے مشاہدہ ہوتا ہے' ہم اس معاملے کو دو مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھتے ہیں' ایک غیر مسلم کو اسلام ایک جیل خانہ کی طرح نظر آتا ہے جس میں کسی طرح کی آزادی نہیں لیکن ہمیں اسلام میں رہ کر سکون' آزادی اور ایسی مسرت کا احساس ہوتا ہے جس کو کسی اور شکل سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جو کسی مسلم گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کو سب سے بہتر طرز حیات سمجھتا ہے' کیونکہ وہ اس سے ابتدا ہی سے واقف ہوتا ہے اور باہر کی دنیا کے کسی اور تجربے کے بغیر وہ بڑا ہوتا ہے لیکن میں تو پیدائشی مسلمان نہیں ہوں' بلکہ میں نے اپنا مذہب تبدیل کیا ہے' میں نے نام نہاد آزادی اور جدید طرز حیات کی دلفریبیوں اور لذتوں کو خیرباد کہہ کر اسلام کا انتخاب کیا ہے' اگر یہ درست ہوتا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عورتوں پر ظلم کر رہا ہے تو آج یورپ' امریکہ' جاپان اور دوسرے ممالک میں بہت سی خواتین اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں؟ کاش کہ لوگ اس پر روشنی ڈالتے۔

کوئی شخص تعصب کی عینک لگا کر کسی ایسی عورت کی عظمت کا مشاہدہ کرنے کے لائق نہیں ہو سکتا جو حجاب میں پر اعتماد' مطمئن' پرسکون اور باوقار ہو' جس کے چہرے پر مظلومیت کا سایہ تک نہ ہو!!!

(بہ شکریہ ماہنامہ "دعوت" اسلام آباد)

ہوا یہ کہ

احد کی جنگ شروع ہوگئی۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:

یہ تلوار اسے دی جائے گی جو اس کا حق ادا کر سکے۔

ایک صحابی نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار انہیں عطا فرما دی۔

اور فرمایا:

اس تلوار کا حق یہ ہے کہ کفار کے چہروں پر لگ لگ کر ٹیڑھی ہو جائے۔

صحابہؓ کی فوج میں بڑے بڑے دلیر لوگ موجود تھے۔

ان میں سے ایک صحابیؓ نے سوچا:

دیکھنا چاہئے کہ جنہیں تلوار عطا ہوئی ہے' وہ اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔

جنگ میں لڑتے لڑتے' وہ کبھی کبھی یہ بھی دیکھتے رہے کہ اس تلوار کا حق کیسے ادا ہو رہا ہے۔

بعد میں انہوں نے بتایا کہ یہ تلوار بہت جرات اور دلیری سے استعمال کی گئی ہے۔

یہ تلوار کافروں کے چہروں اور سروں پر لگتے لگتے ٹیڑھی ہوگئی تھی۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس تلوار کا حق ادا کر دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر انہیں عطا فرمائی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاص تھے' جنہوں نے یہ دی تھی اور جنہیں یہ دی گئی انہوں نے اس تلوار کا حق ادا کر دیا۔

مرسلہ: عبدالرشید اصغر' کروڑ

محمد صدیق فضل

حضرت مولانا قاری

قاری محمد صدیق باندوی رحؐ

اسلام ابدی اور خدا کا پسندیدہ دین ہے اور امت مسلمہ اس کا شاداب اور سدابہار درخت یہ خدائی ترکش ہے نہ اس کے تیر ختم ہوتے ہیں اور نہ نشانہ خطا ہوتا ہے۔ سب سے بڑا ثبوت اس امت میں ایسے مصلحین و مجاہدین' خداداد صلاحیتوں سے مالا مال اور اسلام کے لئے صداقتار شخصیتیں ہیں جو ناسازگار حالات' مخالف ماحول اور ظلمت و جہالت کی تاریک فضاء میں ابھر کر امت کو سیدھے راستے کی طرف راہ دکھلاتے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات درست کرنے کے لئے من جانب اللہ کوشاں رہتے ہیں۔ اور ہر وہ کام جو ترقی و کامیابی کی طرف گامزن ہو اس بڑھتی ہوئی ترقی و کامیابی کے پیچھے کسی قربانی کا ہاتھ ہوتا ہے اور اسلام جو خدا کا پسندیدہ اور ایک عظیم و لازوال مذہب ہے اس کے پھیلنے میں اور ہم تک پہنچنے میں قربانیوں کا سلسلہ چلا آرہا ہے اور یہ قربانی کا سلسلہ ہمارے حضور نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک چلا آرہا ہے حضرت قاری صدیق احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی ان شخصیتوں میں سے تھے جن سے اسلام کو تقویت ملی اور انہوں نے اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کردیا تھا اور اللہ تعالی نے آپ سے خوب دین کی خدمت لی اور آپ اسی دین کی خدمت کرتے ہوئے رب حقیقی سے جاملے۔ حضرت قاری صدیق صاحب کی وفات امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے آپ کے ذریعے امت پر اللہ رب العزت کی طرف سے فیوض و برکات کا جو نزول ہورہا تھا امت کو جو آپ کی ذات سے تقویت پہنچ رہی تھی اور اصلاح و تربیت کی جس دولت سے لوگ مستفید ہورہے تھے یکایک یہ دولت چھن گئی۔

آپ کی پوری زندگی ایک قربانی تھی دین کے لئے بچپن ہی سے قربانی کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ حضرت خود اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میرے استاذ جو گاؤں کی مسجد میں مجھے حفظ کراتے تھے صرف ۷ یا ۸ پارے کے حافظ تھے جب میں نے اتنے پارے حفظ کرلئے تو فرمایا "بیٹا تم کہیں باہر چلے جاؤ ہم تو صرف اتنا ہی پڑھا سکتے تھے" حضرت کے والد صاحب کا انتقال ہوچکا تھا والدہ مرحومہ نے کچھ کر کرا کے تھوڑا بہت انتظام کانپور جانے کا کردیا حضرت کے ساتھ کچھ خشک روٹیاں اور غالباً" تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے بھی کردیئے۔ حضرت بیان فرماتے تھے کہ مدرسے سے کھانا نہیں ملتا تھا کچھ دن تو ساتھ لائے ہوئے سامان پر گزارا کیا' جب وہ ختم ہوگیا تو اللہ نے ایک وقت کے کھانے کا انتظام اس طرح کردیا کہ کانپور کے استاد صاحب نے فرمایا صدیق تم ہمارے گھر سرکاری نل سے پانی بھردیا کرو اور ایک وقت کا کھانا ہمارے گھر سے لے لیا کرو ان کا گھر بالائی منزل پر تھا دو بالٹی لیکر زینے پر چڑھنا پڑتا تھا چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھانا ملتا تھا لیکن امتحان اور بھی باقی تھے کہ گاؤں سے دو اور طالب علم آگئے اور میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے اب چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھانا ملتا تھا اور اس میں بھی تین آدمی شرکت کرتے تھے اسی طرح اس میں ایک سال گزار دیا۔

مولانا محمد زکریا سنبھلی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا کی زندگی از اول تا آخر مجاہدانہ زندگی ہے پوری زندگی میں آرام و راحت اور سکون و اطمینان کبھی نصیب ہی نہیں ہوا شاید ہی کسی بڑے عالم دین کی زندگی ایسی رہی ہو۔ حضرت اپنے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے' گاؤں میں اتنی غربت تھی کہ عام طور پر بچوں کو صبح ہی بکریوں کی طرح جنگل کو نکال دیا جاتا تھا بچے صبح سے شام تک جنگل میں رہتے۔ جس زمانے میں گولریا اس جیسی چیزیں ملتی ان سے پیٹ بھرلیتے غرض جو چیز کھانے کے قابل ہوتی وہ کھالیتے شام کو گھر چلے آتے دوسرے دن بھی یہی ہوتا اس کے بعد فرماتے تھے کہ چونکہ میں حفظ کرتا تھا اس لئے مجھے کچھ روٹی ملتی تھی میری دو چھوٹی بہنیں تھیں ان کو عام بچوں کی طرح صبح گاؤں سے باہر جنگل بھیج دیا جاتا میں اس پر روتا تھا کہ میں اپنی روٹی میں ان کو شریک کرلوں گا لیکن میری ایک نہیں چلتی تھی یہ واقعہ جب بھی حضرت نے سنایا ہمیشہ آبدیدہ ہوجاتے آواز گلے میں پھنس جاتی یہ دونوں بہنیں کم عمری ہی میں انتقال کرگئیں۔

حضرت قاری صدیق احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کی اور یہاں ہی سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی دینی ترقی کے لئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم کے دوران ہی وہاں کے مقتدر استاد و عالم ربانی مولانا شاہ اسعداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ

مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا تھا پھر اس میں ترقی کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شروع میں حضرت فراغت کے بعد فتح پور میں تدریسی و تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے لیکن اللہ نے آپ سے خاص کام لینا تھا اسی لئے آپ منشاء خداوندی اپنے وطن باندہ تشریف لے آئے اور ایک چھوٹی سی مسجد میں مدرسہ کا آغاز کیا جو آج ایک پختہ شاندار عمارت کی شکل میں موجود ہے اور جامعہ عربیہ کے نام سے موسوم ہے۔ ضلع باندہ اور اس کے قرب و جوار میں کوئی قابل ذکر دینی ادارہ نہ تھا اور نہ کوئی شخصیت مدت سے دینی کام کرنے والی رہی تھی اس لئے اس علاقے کا دینی حال بہت ہی خراب تھا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جو صرف نام کے مسلمان تھے حقیقت اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ شروع میں حضرت نے ایسے علاقوں اور دیہات کا دورہ شروع کیا جہاں ارتداد کی وباء عام ہو رہی تھی اور آپ تنہا ہی دورہ کرتے اور جہاں جیسے دین کی بات کرنے کا موقع ملتا بات کرتے۔ حضرت کی محنت و کاوش سے اور اللہ کی توفیق سے قرب و جوار میں جہاں لوگ اسلام کے اہم ارکان تک سے ناواقف تھے وہاں سینکڑوں حفاظ و فضلاء تیار ہوگئے اور گاؤں گاؤں مکاتب کا ایک طویل سلسلہ قائم ہوگیا۔

حضرت نے صرف مدرسہ ہی قائم نہیں کیا بلکہ مدرسے کے ساتھ ساتھ انہوں نے عام مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت اور اس کی دعوت کو اپنا فرض سمجھا اور یہی مدارس کی حقیقت اور ان کا اصل فریضہ ہے اور یہی مدارس کے نظام میں شامل ہے۔ ایک جگہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ مدارس کی حقیقت کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ "مدارس جزیرہ نہیں بن سکتے جو مدارس جزیرہ بن جاتے وہ ڈوب جاتے ہیں' مدارس کے لئے ضروری ہے کہ وہ باہر سے اپنا تعلق قائم رکھیں اور یہ سمجھیں کہ باہر کی فضاء اور باہر کا ماحول اگر ٹھیک نہ ہو تو ان مدارس کا بھی قائم رہنا مشکل ہوگا ایک جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتے۔ کوئی بھی چیز دنیا میں جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتی جب وہ اپنے اثرات کو پھیلائے نہیں اور ایسا ماحول نہ پیدا کریں جو اس کے لئے مناسب ہو اس کے لئے مفید ہو۔" حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی بصیرت و شرح صدر اور توفیق الٰہی کی بات تھی کہ انہوں نے دونوں کام ایک ساتھ شروع کئے ایک طرف مدرسہ اور دوسری طرف آس پاس کی بستیوں سے اس کے شہروں سے رابطہ قائم کرنا اور بار بار جانا اور دعوت کا کام کرنا اور دینی جلسوں میں شریک ہونا اور ان کو صحیح عقیدہ اور اصلاح نفس کا پیغام دینا' اور اس کے لئے آپ دور دراز کا سفر کرتے اور پے در پے سفر کرتے اور نہ اس میں آرام کا خیال کرتے اور نہ غذا کی پروا کرتے اور مسلسل دین کی تبلیغ میں کوشاں رہتے۔

اللہ کے بندوں میں باہمی محبت و الفت اور اچھے تعلقات کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور اس کے بالمقابل آپس کی لڑائی اور باہمی نزاع کو شریعت میں بہت ناپسند کیا گیا ہے۔ حضرت کو اصلاح بین الناس کی بڑی فکر رہتی تھی خصوصاً وہ لوگ جو دیندار کہے جاتے تھے یا کسی دینی جماعت یا ادارے سے وابستہ ہیں جن کا اختلاف نہ صرف دو شخصیتوں یا دو گروہوں کا اختلاف ہوتا ہے بلکہ اس کے نتائج بڑے دور رس اوردین کے لئے بڑے مضر ہوسکتے ہیں' ایسے لوگوں کے اختلافات دور کرنے کے لئے حضرت بڑی کوششیں فرماتے اور جو کچھ بن پڑتا اس سے گریز نہ فرماتے طلبہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے ان کی ہر طرح کی فکر کرتے ان کے کھانے' کپڑے اور علاج و معالجہ کی فکر کرتے اور طلبہ کی خوب خدمت کرتے اور ان کی کسی تکلیف پر بے چین ہوجاتے۔ حضرت مولانا مرحوم مہمانوں کا بہت اکرام کرتے مہمانوں کی آمد بے وقت ہوتی ہی رہتی تھی۔ حضرت مولانا مہمانوں کو مدرسے کے ذمے نہیں کرتے بلکہ اپنے گھر میں مہمانوں کا اکرام و اعزاز کرتے اور ان کی خوب تواضع کرتے۔

تواضع و انکساری:

حضرت مولانا تواضع و انکساری کے پیکر تھے اپنی ذات کو سب سے کمتر اور اپنے کو سب کا ادنیٰ خادم سمجھتے تھے تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا کہ طلباء کے بیت الخلاء تک خود صاف کردیتے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مولانا کے گھر میں کھانے کا حال بہت سادہ تھا عام طور پر سب ہی لوگ چٹنی روٹی یا چٹنی چاول ہی کھاتے تھے یا اس درجے کا کوئی اور کھانا' حضرت کا پورا گھرانہ ایک مثالی گھرانہ تھا۔ اپنے اور اہل خانہ کے بارے میں حضرت کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ مدرسے سے کبھی تنخواہ نہ لی اور نہ کوئی سہولت اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے حاصل کی سفر بھی مدرسے کے پیسوں سے نہ کرتے۔ حضرت قاری صدیق احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے خاص تعلق و الفت تھی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مدرسہ بالکل ابتدائی دور میں تھا معمولی سی عمارت بن سکی تھی میں نے تکیہ رائے بریلی میں حاضر ہوکر حضرت مولانا علی میاں مدظلہ العالی سے یہاں تشریف آوری کی درخواست کی حضرت نے قبول فرمایا اور تشریف لائے اس وقت چونکہ ابتدائی کام تھا بیت الخلاء بھی نہیں بنے تھے اس وجہ سے سب لوگ فراغت کے لئے جنگل میں جایا کرتے تھے چونکہ حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کا مزاج اس طرح

کا نہ تھا اس لئے میں نے اپنے ہاتھ سے جلدی جلدی ایک گڑھا کھود کر اور اس پر پردے کر کے بیت الخلاء کی شکل دے دی حضرت مولانا علی میاں مدظلہ العالی نے یہ دیکھ کر فرمایا میں جنگل جاسکتا ہوں اور آپ فراغت کے لئے جنگل ہی تشریف لے گئے' بعد میں حضرت مدظلہ العالی نے مدرسہ کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی دین کی جدوجہد میں گزری آپ اس کے لئے جگہ جگہ سفر کرتے دین کی بات پہنچاتے ان کے اخلاق درست کرتے ان کے عقیدوں کی اصلاح کرتے آپ کا سفر آج کی طرح آرام دہ اور جہازوں میں نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کے سفر بڑی مشقتوں کے حامل تھے۔ یہ سفر پیدل سائیکل' بیل گاڑی' موٹر سائیکل' ٹرک' بس اور ٹرین سے ہر طرح فرماتے تھے کاموں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں قیام نہیں فرماتے تھے سفر میں بڑی تکلیفیں اور بڑی مشقتیں پیش آتیں لیکن آپ کی زبان پر شکایت کا ایک لفظ نہیں آتا تھا لوگ بلاتے لیکن کوئی انتظام نہیں کرتے حضرت کبھی شکایت نہیں کرتے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار میں بعض اسفار ایسے ہوتے تھے جو بظاہر غیر ضروری ہوتے لیکن حضرت کی دور رس نگاہوں میں اس کے بہت سے دینی فائدے ہوتے تھے۔

دنیا میں ہر چیز کا بدل مل سکتا ہے لیکن وقت ایسی چیز ہے جس کا بدل ممکن نہیں مولانا کے نزدیک اپنے وقت کی بڑی قدر و قیمت تھی وہ جن کاموں میں اپنے اوقات کو صرف کرتے تھے ان کو دین سمجھ کر ہی اپنا وقت لگاتے تھے۔ حضرت مولانا کے مزاج میں انتہائی انکساری اور تواضع کے باوجود غیرت و استغناء اور دینی تصلب بہت تھا مولانا نے کبھی دنیوی غرض سے خواہ وہ مدرسہ ہی کی کیوں نہ ہو کسی کی خوشامد نہیں کی۔

معلم و مصنف:

حضرت قاری سید صدیق رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اپنی زندگی بطور معلم شروع کی اور زندگی کے آخری لمحے تک یہ عظیم فریضہ انجام دیا ابتدائی عربی و فارسی کی کتابوں سے لیکر دورہ حدیث تک کی تعلیم دی آپ بے حد کامیاب اور مقبول استاد تھے جس طرح وعظ و تقریر دلنشین ہوتی تھی اسی طرح درس بھی موثر ہوتا تھا بڑے شوق و ذوق اور انہماک سے پڑھاتے تھے اپنے دعوتی اسفار سے جلد از جلد واپس آتے اور فوراً" طلبہ کو بلا کر درس شروع کردیتے وقت کی کوئی قید نہیں تھی۔

حضرت نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ نصاب کی کتابوں کی تسہیل کا کام شروع کیا تھا اور آپ کے قلم سے بہت مفید اور مشہور کتابیں تصنیف ہوئیں چند نام یہ ہیں:

- شرح بخاری
- آداب المتعلمین
- آداب المعلمین
- حق نما
- فضائل نکاح
- احکام میت
- فضائل علم
- تسہیل التجوید
- تسہیل المنطق
- تسہیل الساعی فی حل شرح الجامی
- تسہیل النحو
- تسہیل الصرف
- اسعاد المفہوم شرح مسلم العلوم
- شرح' شرح تہذیب

اس کے علاوہ کئی اور کتابیں لکھیں ان کتابوں میں سے حضرت کی چند کتابیں کراچی سے مکتبہ "مجلس نشریات اسلام" سے شائع ہوئی ہیں اور علم کے قدردانوں میں بہت مقبول ہیں۔

حضرت معلم و مصنف کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے صہبائے مدینہ کے نام سے نعتیں اور کچھ نظمیں بھی کہی تھیں

پسماندگان و اولاد:

حضرت کی اہلیہ محترمہ کا چند سال قبل انتقال ہوچکا تھا بڑی صالحہ نیک و فیاض خاتون تھیں۔ اولاد میں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں اور سب ہی نیک اور سعادت مند ہیں۔ تینوں صاحبزادے عالم اور والد بزرگوار کے نقش قدم پر ہیں۔ مولانا سید حبیب اللہ' مولانا سید نجیب احمد صاحب' مولانا سید حسیب احمد صاحب جامعہ ہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی جس پائے کے عالم بے نفس اور بزرگ تھے اس کی مثالیں خال خال ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آپ کے اندر کسر نفسی اپنے سارے اعمال کے ذریعے رضائے الٰہی کی طلب عبادت و ریاضت اور زہد و قناعت کی متعدد ایسی صفات جمع ہوگئی تھیں جو عام طور سے علماء میں بھی کم ہوتی ہیں۔ آپ کی وفات سے سب ہی کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ایک برکت کا نزول ہورہا تھا جو یکایک رک گیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی' حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "مولانا رحمۃ اللہ علیہ جس درجے کے مخلص' جس درجے کے فکر مند اور اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے والے بہت کم دیکھیں ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی وفات پر اس مقبولیت کا اظہار ہوا جو عرصے سے کسی ہستی کے بارے میں ہمارے علم میں نہیں آیا۔ اللہ کے یہاں کیا درجہ ہے' اللہ ہی جانتا ہے اور اسی کا اعتبار ہے۔ حضرت کی وفات ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء کو ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا

(حاصل مطالعہ) اخوت

مولانا قاری غلام رسول کھوکھر

اخوت بھائی بندی کو کہتے ہیں‘ تمام مسلمان آپس میں اس لئے بھائی بھائی ہیں کہ وہ ایک ہی اصول زندگی (دین اسلام) کو مانتے ہیں اس عالمگیر رشتے نے نسلی اور ملکی امتیاز کو ختم کر کے ایک ایسا نیا تعلق بنادیا جو باقی تمام تعلقات میں اونچا درجہ رکھتا ہے ہر روز مسجدوں میں اس کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے اور سال بھر میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں تمام ممالک کے مسلمان جمع ہو کر اس کی حیثیت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ قرآن کی رو سے دنیا بھر کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس عالمگیر برادری کا اصل رشتہ نظریہ حیات ہے نہ کہ رنگ و نسل یا بود و باش یہ دینی رشتہ خونی رشتوں سے بھی زیادہ مضبوط اور اہم ہے۔ ہجرت مدینہ اور جنگ بدر اس کی زندہ جاوید اس مثال ہے قرآن کا حکم ہے کہ مسلمان صلح و امن سے رہیں زندگی میں مل جل کر رہنے کا نام اخوت اسلامی مسلمانوں کو یہ سبق دیتی ہے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ حسب توفیق دوسروں کی مدد کرے اور حسن سلوک سے پیش آئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔“ چنانچہ مومن ہر روز اس کا عملی مظاہرہ کرتا ہے اور نیکی اور پرہیز گاری میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں سے بھی تعاون و ہمدردی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو ستاتا ہے وہ دراصل مجھے ستاتا ہے اور جو مجھے ستاتا ہے اس نے گویا اللہ کو ستایا اور کسی مسلمان کو نقصان پہنچانا یا فریب دینا ملعون فعل ہے۔ مسلمان آپس میں رحم کرنے والے صحبت رکھنے والے گویا ایک جسم ہیں کہ ایک عضو بیمار ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے مسلمان کا خون مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو سب مسلمانوں پر حرام ہیں گو مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہیں کرتا جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اخوت اسلامی کے عالمگیر فوائد یہ ہیں:

○ مسلمانوں کی عالمی تنظیم دوسری قوموں پر اثر انداز ہوگی اور خود مسلمانوں کے اندر اتحاد قائم کر سکے گی۔

○ خوشحال مسلمان پسماندہ مسلمانوں کی مالی امداد کر سکیں گے۔

○ فنی اور علمی سطح پر پسماندہ مسلمانوں کی مدد کی جاسکتی ہے۔

○ سیاسی لحاظ سے کسی بھی ملک کے مظلوم مسلمانوں کو نجات دلائی جاسکتی ہے۔

○ اجتماعی لحاظ سے حج کے موقع پر آپس کے مسائل مفاد عام تنظیمی امور اور تبلیغی سرگرمیوں پر بہترین مشورے کئے جاسکتے ہیں اور حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

دعائے مغفرت

مدرسہ عربیہ جامعہ فاروقیہ حافظ آباد بھکر کے مہتمم و سرپرست جناب حافظ سرفراز احمد صاحب طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ بقضائے الٰہی انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مرحوم بھکر کے علمی حلقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے اور عرصہ دراز تک درس و تدریس میں مصروف رہ کر دین کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

(عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر)

نام کتاب:

بے حیائی کا سرچشمہ ٹی وی

مؤلف: مولانا کلیم اللہ قاسمی

مدرسہ شاہی مراد آباد انڈیا

ضخامت: ۳۲ صفحات

قیمت: ۱۰ روپے

مطبوعہ: ناکس پریس‘ خوریجی دہلی

زیر نظر کتاب جناب حضرت مولانا کلیم اللہ قاسمی صاحب کی قلمی کاوش کا عمدہ نتیجہ ہے‘ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدرسہ شاہی مراد آباد یوپی (انڈیا) نے کتاب کے متعلق جو تاثرات لکھے ہیں مزید میرے تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا موصوف کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں:

پہلے زمانہ میں اگر کسی شخص کو رقص و سرود کی محفلیں سجانی ہوتیں‘ گانے بجانے کا اہتمام کرنا ہوتا‘ طوائفوں اور بدکاروں کا اجتماع کرانے کا جی چاہتا تو ہزاروں روپے خرچ کرنے پڑتے تھے۔ پارٹیوں کی پیشگی بکنگ کرانی ہوتی تھی اور اپنے منظور نظر لوگوں کی خوشامدیں کرنی پڑتی تھیں۔ جب کہیں جا کر چند گھنٹوں یا رات بھر کے لئے سامان عیش مہیا ہوا کرتا تھا۔ غریب کیا متوسط طبقہ کا آدمی تو اتنے خرچ اور مشقت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا‘ بلکہ

بڑے بڑے مالدار بھی روز روز ایسی محفلیں کرانے کی ہمت نہ کرپاتے تھے' اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت سے لوگ دلی خواہش رکھنے کے باوجود چاروناچار اس طرح کی بے ہودہ مجلسوں میں شریک ہوکر گناہ گار بننے سے محفوظ رہتے تھے۔ مگر...... یہ صورت حال انسان کے دشمن اعظم "شیطان لعین" کے لئے نہایت تکلیف دہ اور مایوسی کا باعث تھی۔ وہ تو یہ چاہتا تھا کہ تمام ہی انسان خواہ وہ امیر ہوں یا غریب' بادشاہ ہوں یا رعایا' بڑے ہوں یا چھوٹے' اور مرد ہوں یا عورت' سب کے سب شیطانی واہیات مجلسوں میں ہر روز باآسانی شرکت کیا کریں' تاکہ وہ ان مجلسوں سے حیاء باختگی' عصمت فروشی اور بے شرمی اور بے غیرتی کا باقاعدہ درس لے سکیں۔ اور معاشرہ انسانی فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے۔ اس دیرینہ تمنا کی تکمیل کے لئے پوری شیطانی فوج برسابرس تک منصوبے بناتی رہی

اور ممکنہ تجویزوں پر غور کرتی رہی۔ تاآنکہ سینما کی ایجاد ہوئی تو شیطان کی دلی مراد کافی حد تک بر آئی' جو لوگ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے بری مجلسوں میں شرکت نہ کرسکتے تھے' ان کی دشواریوں میں کچھ کمی آئی اور رفتہ رفتہ سینما اور تھیٹر شیطانیت کے اڈوں میں تبدیل ہوگئے۔ اور شیطانی فوج نے اپنی نگرانی میں سینما کی من مانی اصلاحات کا کام سنبھال لیا۔ چنانچہ پہلے محض ڈرامے اسٹیج پر کئے جاتے تھے اس میں ترقی ہوئی تو پردہ پر تصویریں آنے لگیں۔ مگر ان میں آواز نہ ہوتی تھی' پھر مزید ترقی کرکے اس میں گانے بجانے کی آوازیں بھی شامل کردی گئیں اور اس طرح سینما کی مجلسوں نے مکمل طور پر پرانے زمانے کی رقص و سرود کی محفلوں کی جگہ لے لی۔

لیکن۔ ابلیس لعین کو انسانیت کی اس تباہی پر بھی صبر نہ آیا۔ اس لئے کہ فلموں کا صرف سینما میں ہی دکھایا جانا اس کی نظر میں بہت سے مہذب اور شریف لوگوں کے لئے ان نامبارک مجلسوں میں شرکت سے مانع تھا۔ پھر وقت کی کمی بھی لوگوں کو سینما میں حاضری سے روکتی تھی۔ اسی طرح شہر کی فضاء اگر خراب ہوجائے تو سینما ہالوں کی تالابندی سے بھی لشکر ابلیس کو سخت تکلیف پہنچتی تھی' اس لئے...... ضرورت تھی کہ کوئی ایسی ترکیب ہاتھ آئے جس کے ذریعہ بے حیائی کے پردہ میں تہذیب و شرافت کا جنازہ نکالا جائے اور بغیر کسی روک ٹوک کے طاغوتی مجلسیں سجانے کا انتظام ہوسکے۔

بالآخر وہ دن بھی آگیا جب پورے عالم کے شیطانوں نے عالمگیر جشن کامیابی منایا' پوری شیطانی لابی میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور ایسی فضاء بنی کہ ہر شیطان...... کی باچھیں کھل گئیں...... یہ وہ منحوس دن تھا...... جب ٹیلی ویژن کی ایجاد ہوئی۔ چنانچہ شیطان نے آگے بڑھ کر ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی باگ ڈور سنبھالی۔

آج یہ شیطان کا ڈبہ مجمع الخبائث ہے۔ سرچشمہ معصیت ہے' مبلغ شیطانیت ہے' اعمال اسلام کے لئے سم قاتل ہے' روحانیت کا لٹیرا ہے' اور اقدار انسانی پر دھبہ لگانے والا ہے' ساری خرابیاں اس میں جمع ہیں' اور سب ہی غلاظتوں اور نجاستوں سے اس کا دامن پلید ہے' اور موجودہ دور میں دنیا کے اسی فیصد جرائم اسی تربیت کا ثمرہ ہوتے ہیں جو ٹیلی ویژن کے فحش پروگراموں کے ذریعہ لوگوں کو دی جاتی ہے۔

جنازہ نکل گیا:

ٹیلی ویژن نے ہمارے معاشرہ میں داخل ہوکر ہماری روایتی شرم و حیاء کا جنازہ نکال دیا۔ وہ روحانیت جو ہمارے سر کا تاج ہماری سربلندی کی علامت اور ہماری پیشانی کا دمکتا ہوا نور تھی' اسے ٹیلی ویژن کے فحش اور روحانیت سوز پروگراموں نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا' گھر گھر سینما ہال بن گئے' گلی گلی میں فحاشی کے اڈے قائم ہوگئے۔ گھر والوں کی آنکھوں سے غیرت کا پانی ناپید ہوگیا' جو رہی سہی کسر تھی وہ ویڈیو فلم نے پوری کردی۔ ڈش انٹینا نے سونے پر سہاگا کا کام کیا اور حیاء باختگی کی انتہا ہوگئی' دن و رات کا کوئی وقت ایسا نہیں جب اس شیطانی ڈبہ کے پردہ پر گھناؤنے مناظر نہ دکھائی دیتے ہوں۔ افسوس ان ایجادات پر نہیں ہے' تف ان پروگراموں پر نہیں' ملال ان شیطانی کوششوں پر نہیں' رنج کا مقام محض ٹیلی ویژن اور ان جیسے آلات کا دنیا میں وجود نہیں۔ بلکہ افسوس اور ہزار بار افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ لعنت آج قاطع فحاشیت' منبع انسانیت' سرچشمہ عفت' نبی رحمت' سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں اور نام لیواؤں کے گھر میں' دکانوں میں اور فیکٹریوں میں داخل ہوچکی ہے۔ اور انتہا یہ ہے کہ اس لعنت کو لعنت نہیں سمجھا جاتا۔ اس برائی کو برائی ماننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ بیٹی کو جہیز دینا ہو یا بہو کے لئے اسباب عیش مہیا کرنا ہو' ہر موقع پر تحائف کی فہرست میں "ٹی وی" اور "وی سی آر" اور ساتھ میں "ڈش انٹینا" کی چھتری کا نام سرفہرست رہتا ہے۔ اور نئی روشنی کے لوگ اس وبا پر تنقید تک سننا گوارا نہیں کرتے۔

لچر تاویلیں:

حال ہی میں ایک اجتماع اصلاح معاشرہ کے موضوع پر منعقد تھا' دردمند حضرات جہاں اور خرابیوں پر روشنی ڈال رہے تھے وہیں ٹیلی ویژن کی حیاء باختگی اور اس کے پیدا کردہ خطرناک اور مہلک اثرات کی طرف بھی توجہ دلا رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ "ٹیلی ویژن ایسی چیز ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود نہیں تھی' یہ نئے زمانہ کی ایجاد ہے' اس میں بہت سے پروگرام بڑے...... معلوماتی ہوتے ہیں' اگر ہم نے ٹیلی ویژن گھر سے نکال دیا...... تو ہم ساری دنیا سے کٹ کر رہ جائیں گے' اور دنیا کی باتوں پر ہم باخبر نہ رہ سکیں گے۔ اس لئے ٹیلی ویژن نکالنے کے بجائے اس کے مضر پروگراموں سے بچنے کی تلقین کرنی چاہئے۔"

یہ الفاظ بڑے خوبصورت ہیں اور یہ صرف موصوف ہی کا خیال نہیں بلکہ آپ جس "ٹی وی ہولڈر" سے پوچھیں گے وہ اسی طرح کا جواب آپ کو سنادے گا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ الفاظ و خیالات کا یہ تسلسل شیطان کا بنا ہوا ایک جال ہے۔ جسے پھینک کر وہ اچھے اچھے ارباب عقل و دانش کی فہم و ذکاوت کو مفلوج بنادیتا ہے۔ آخر دنیا کی کونسی ایسی خرابی ہے جس میں کوئی نہ کوئی پہلو نفع کا نہ نکلتا ہو' خود قرآن کریم میں شراب اور جوئے جیسے جرائم میں بھی لوگوں کے کچھ منافع ہونے کا اثبات فرمایا گیا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے' کیونکہ

ان میں نفع کا پہلو کمزور اور نقصان کا پہلو غالب ہے۔

اسی طرح کا معاملہ ٹیلی ویژن اور اس کے پروگراموں کا ہے' سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس سے اگر خبروں کا ایک فیصدی فائدہ ہے (جو صرف ٹی وی پر منحصر نہیں بلکہ ریڈیو اور اخبارات سے بھی حاصل ہو سکتا ہے) تو اس کے ۹۹ فیصدی کلچر پروگرام حیاء سوز اور بدترین سبق دینے والے ہوتے ہیں جس سے ہماری...... آنکھوں کے سامنے معاشرہ تباہ ہو رہا ہے تو اس ایک فیصد موہوم یا جزئی نفع کی خاطر ۹۹ فیصدی نقصان کو برداشت کرلینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ پھر ہمیں مسلمان ہونے اور آنحضرت ﷺ سے نسبت کی لاج رکھتے ہوئے دنیا کے نفع نقصان کا مقابلہ میں آخرت کا نفع نقصان پیش نظر رکھنا چاہئے' اور قطع نظر اس سے کہ ہمیں ٹیلی ویژن سے آنکھوں کی لذت' کانوں کی عیاشی اور جذبات برانگیختگی جیسے وقتی دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہوں' پھر بھی ہمیں یہ غور کرنا چاہئے کہ اس کے ذریعہ ہم آخرت کے کتنے بڑے خسارے کو مول لے رہے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ گناہ کے مرتکب ہیں بلکہ گناہ کو صحیح کرنے کے لئے لچر تاویلیں بھی کر رہے ہیں' یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم سے نوازے۔ (آمین)

زیر نظر رسالہ اسی مقصد سے مرتب کیا گیا ہے تاکہ اس شیطانی سازش کی زہرناکی ہمارے سامنے آسکے' اور مسلم معاشرہ کو "فحش میڈیا" سے بچنے کی طرف راغب کیا جاسکے' جناب مولانا کلیم اللہ صاحب قاسمی رفیق دارالافتاء مدرسہ شاہی لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر معتبر اور مفید مواد جمع کردیا۔ امید ہے کہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ رسالہ بہترین رہنمائی اور معاصی و منکرات اور فواحش سے اجتناب کا ذریعہ بنے گا۔ (انشاء اللہ)

ضرورت ہے کہ اس طرح کے اصلاحی موضوعات کو گھر گھر عام کیا جائے اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ مرتب کو اجر جزیل سے نوازے اور اس محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: عظیم انقلاب

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعظیم میں کھڑے ہوجاتے۔ (ابوداؤد)

☆ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گوشت تقسیم فرمارہے تھے اس دوران ایک عورت آئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی لوگوں نے پوچھا یہ خاتون کون ہے جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عزت افزائی فرمارہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری رضاعی والدہ ہیں۔ (ابوداؤد)

☆ حقوق شہریت بتاتے ہوئے فرمایا راستے کے بھی حقوق ہیں یعنی اپنی نظریں نیچے رکھنا' دکھ دہی سے بچانا' سلام کا جواب دینا' نیک باتوں کی تلقین کرنا' بری باتوں سے روکنا۔ (بخاری)

☆ جب کوئی مسلمان پھلدار درخت لگاتا ہے خواہ اس کا پھل کھایا جائے یا چرا جائے اس کے لگانے والے کو ثواب ملے گا۔ (مسلم)

☆ جب کوئی دوست بطور تحفہ خوشبو دے تو اسے قبول کرو اور اسے استعمال کرو۔ (ترمذی)

☆ جب تین آدمی سفر میں جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں (ابوداؤد)

☆ وقفہ دے کر اور کبھی کبھی ملنے سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کو لوگوں میں سے زیادہ محبوب اور اس کے زیادہ قریب انصاف پسند حاکم ہوگا اور سخت ناپسند اور سب سے زیادہ ظالم حاکم ہوگا۔ (ترمذی)

☆ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی لگ گئی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ کچھ زخمی ہوگئی اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا مجھ سے بدلہ لے لو' اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے معاف کیا۔ (ترمذی)

☆ عفو اور درگزر سے کام کیا کرو۔ (ترمذی)

☆ اللہ تعالیٰ اس وقت تک انسان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے۔ (مسلم)

☆ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو یہ کفران میں سے کسی اور پر ضرور آپڑتا ہے۔ (مسلم)

☆ یہ لوگ سخت ناکام اور گھاٹے میں ہوں گے جو تکبر کرتے ہیں بات بات پر احسان جتاتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کھاکر سامان فروخت کرتے ہیں۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ وہ تمام نیکیاں کرنے کی توفیق دے جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگی ہیں اور ان تمام برائیوں سے بچنے کی توفیق دے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔ (آمین)

بقیہ: [illegible]

وفرمانبردار بنائے رکھیں۔

صیہونیت کی کامیابی کے اسباب و عوامل تاریخی' دینی سیاسی' اور مادی ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں یہودیوں کا بڑھتا ہوا دائرہ اثر خواہ وہ مالی رہا ہو یا میڈیا پر ان کا تسلط صلیبی جنگوں میں ناکامی کی خلش اور اس کا سلگتا ہوا دھواں خلیجی تیل کے چشموں پر قبضہ وقدرت کی خواہش یا پھر ان پر دباؤ بنائے رکھنے کا جذبہ اور سب سے بڑھ کر اسلامی دنیا کے باہمی اختلافات نے صیہونی تحریک کو اندازہ سے بھی کم مدت میں وہ کامیابیاں دلادیں جس کا اندازہ خود اس تحریک کے قائدین کو بھی نہیں تھا۔

ساحل امید دیکھ

جناب محمد سعید' وساویوالہ

دل نہ چھوڑ اے طائر بے بال و پر ہو محمدؐ کی یتیمی پر نثار
ان کی گردِ راہ پر قربان ہو ہر قدم پر ہوگی منزل آشکار
تیرے دامن میں ستارے آگریں ہو بہاروں کو بھی تیرا انتظار
اے مسلماں تو ہو گردوں سے بلند ہو ترِ عرشِ بریں تو با وقار
رب کعبہ تجھ کو یہ اعزاز دے
عظمتِ رفتہ کو تو آواز دے

تجھ پہ کُھل جائے گا رازِ ہست و بود غور سے قرآن کی آیات پڑھ
اے مریضِ دل تجھے اکسیر ہے انما الاعمال بالنیات پڑھ
کاش تجھ کو ہو کشادِ دل نصیب تو رسول اللہؐ کے حالات پڑھ
تجھ سے دنیا کی امامت چھن گئی آ' محمدؐ سے سیاسیات پڑھ
اے شکارِ تیرگی! خورشید دیکھ
غرقِ طوفاں! ساحل امید دیکھ

مسئلہ رفع ونزول مسیح علیہ السلام

از قلم : مولانا عبداللطیف مسعود

- سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات' رفع ونزول کا قرآن وسنت سے اثبات
- بے شمار تفسیریں 'لغوی اور دیگر علمی کتب کے سینکڑوں اقتباسات وحوالہ کا مرقع
- قادیانی مرتد قاضی نذیر کی تعلیمی پاکٹ کے حصہ "حیات مسیح" کا مکمل ومدلل اور مسکت جواب
- حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ملحدین ومنکرین کے تمام اشکالات ومغالطہ جات کا مکمل رد
- کتاب کے دو حصے ہیں' پہلا حصہ ۴۰۸ صفحات پر مشتمل ہے جو قادیانی مرتد قاضی نذیر کی کتاب کے جواب پر مشتمل ہے۔
دوسرا حصہ جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے یہ مرتد اعظم مرزا قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام میں پیش کردہ تیس آیات کی تحریف کے رد پر شامل ہے۔
- حصہ اول ودوم پانچ سو بانوے صفحات پر مشتمل یکجا مجلد کتابی شکل میں پیش کردیئے گئے ہیں۔
- چہار رنگ کا خوبصورت ٹائٹل
- عمدہ واعلیٰ سفید کاغذ
- کمپیوٹرائزڈ کتابت
- اعلیٰ وعمدہ نفیس جلد
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی روایات ہیں کہ وہ اپنی کتابوں کو لاگت پر سستے داموں پیش کرتی ہے' مقصود تبلیغ ہے نہ کہ تجارت!
- یہ کتاب بھی اپنی روایات کی حامل ہے' تمام تر خوبیوں کے باوجود تقریباً" چھ سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف ۱۲۰ روپے ہے۔
- کتاب وی پی نہ ہوگی' رقم کا پیشگی منی آرڈر آنا ضروری ہے۔
- تمام مقامی دفاتر سے بھی مل سکتی ہے

ملنے کا پتہ : **ناظم دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت**

حضوری باغ روڈ ملتان' فون نمبر514122